



نسخۂ کیمیا

جو قوم اس کتاب کو اپنائے گی دنیا
کی قوموں میں اس کا وزن
بڑھ جائے گا کوئی قوت اور کوئی طاقت
اس کو نیچا نہیں کر سکتی جو بھی اس
سے ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائیگا
قرآن یہ فیصلہ کرنے آیا ہے کہ یہاں
عزت و سربلندی کس کیلئے اور ذلت و
رسوائی کس کے حصے میں آنیوالی ہے

جس شخص کو خدا کی مدد حاصل ہو کوئی
اس پر غالب نہیں آسکتا اس سے جنگ
خدا سے جنگ کے ہم معنی ہے اور جو خدا سے
پنجہ آزمائی کرنا چاہے اس کا پنجہ سلامت نہیں رہ سکتا

(امام الہند حضرت ابو الکلام آزادؒ)

درسِ حدیث

پروفیسر نورالحسن صاحب

عن جابرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انّ عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اَتٰی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بنسخۃ من التوراۃ فقال الخ

حضرات! یہ قدر طویل حدیث جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ اس کے راوی حضرت جابرؓ ہیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ توراۃ کا ایک نسخہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! توراۃ کا نسخہ لایا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولے نہ یہ فرمایا کہ تم نے اچھا کیا نہ یہ فرمایا کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمرؓ یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں دلچسپی رکھتے ہیں اور توراۃ کو کھول کر پڑھنا شروع کر دیا وَ وَجْہُ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جو چہرہ ہے اس کا رنگ بدلتا جا رہا ہے۔ حضرۃ ابوبکر صدیقؓ موجود تھے۔ انھوں نے یہ سب کچھ دیکھا۔ کہ حضرت عمرؓ توراۃ کا نسخہ لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا پھر پڑھنا شروع کیا۔ اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے کا رنگ بدلنا شروع ہوا تو وہ آگے بڑھے اور حضرت عمرؓ سے فرمایا ناتری کیا تم نہیں دیکھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی جانب حضرت عمرؓ نے دیکھا تو آپ کے چہرے پر غصّہ اور غضب کے آثار تھے۔ پس حضرت عمرؓ ڈر گئے اور کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِہٖ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے۔ کیونکہ اس کے رسول کا غضب اللہ کا غضب ہے۔ صرف اس پر اکتفا نہیں کیا، بہت پریشان اور نادم ہوئے اور مزید کہنے لگے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا۔ کہ ہم راضی ہیں اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں، اسلام کے دین ہونے پر ہم راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور نبی و پیغمبر ہونے کے ہم راضی ہیں۔ ہم کچھ نہیں پڑھتے کوئی اور لٹریچر نہیں پڑھتے۔ بس ہم قرآن ہی پڑھیں گے۔

غور فرمائیے کہ اس بات کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اب اگر موسیٰ آ جائیں زندہ ہو کر کے اور تم مجھے چھوڑ دو اور موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم گمراہ ہو گئے ہو۔

توراۃ اللہ کی کتاب تھی، اپنے وقت پر شریعت سمجھی جاتی تھی۔ لیکن منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا تم منسوخ کو کیوں پڑھتے ہو، ناسخ کو یعنی قرآن کو پڑھو۔ جو قانون منسوخ ہو چکا اس کی کیا اہمیت۔ جو قانون جاری ہے اس کو اپناؤ۔ اس لیے کہ اگر ایک وقت میں دو قانون ذہن میں جمع ہوں اور دو چیزیں تصوّریں بلیٹ جائیں تو ذہن میں تردّد پیدا ہو جاتا ہے کہ کس پر عمل کریں اور کس کو چھوڑیں۔ اور آج ہمارے ذہنوں میں اگر تردّد ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ ہم بہت کچھ پڑھتے ہیں۔ اگر ہم اس معنیٰ میں پڑھیں کہ ہم نے اپنی سیرت بنانی ہے، اسلام کو مضبوط بنانا ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے ہمیں صرف کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کو پڑھنا چاہیے۔ باقی ہمارا کوئی اور ہنسر ہے اس سے متعلق کوئی لٹریچر ہے تو شوق سے پڑھیں۔ اسلام اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ لیکن اپنی سیرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ڈھالنے

بقیہ صفحہ [illegible] پر

پاکستان کا کیا بنے گا؟

اگر کوئی یہ کہے کہ پاکستان کے حالات پُرسکون ہیں، یہاں امن ہے۔ صورتحال مستحکم ہے تو یہ سب سے بڑا جھوٹ ہو گا۔ ہزاروں نیک خواہشات کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ لیکن بدقسمتی سے اس میں نسل کے ساتھ ایسے لوگ برسرِاقتدار رہے جو کم از کم دین کے معاملہ میں قطعاً مخلص نہ تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں دین اور انسانی اقدار کا جنازہ نکل گیا اور نوبت بایں جا رسید کہ ملک ٹوٹ گیا، اس عظیم سانحہ سے بھی کسی نے سبق حاصل نہ کیا بلکہ اس کے بعد جو لوگ برسرِاقتدار آئے انھوں نے تو حد کر دی اور ملک کو اس بے دردی سے لوٹا کہ توبہ بھلی، یہی پس منظر تھا جس میں "پاکستان قومی اتحاد" معرضِ وجود میں آیا۔ اس وسیع تر قومی و اجتماعی محاذ میں ملک کی چھوٹی بڑی ۹ جماعتیں شامل تھیں۔ اس مشترک سیاسی تنظیم نے الیکشن اور اس کے بعد تحریک میں جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کی ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ لیکن آہ! ہماری کم نصیبی کہ ابھی مسافر منزل پر بھی نہیں پہنچے تھے کہ سیاسی بھگوڑوں نے اس کو سبوتاژ کرنا شروع کر دیا ـــــ جس کی ابتداء اصغرخاں نے کی جو اپنے عقیدت مندوں اور ارادت کیشوں کے بہکانے میں آ کر اپنے آپ کو ملک کا نجات دہندہ سمجھتا ہے ـــــ حیرت ہے کہ وہ شخص ایران کے بعد چین جا کر جس انداز سے دورہ اور ملاقاتیں کر رہا ہے اس کے لیے کونسی وجہ جواز ہے؟ اربابِ حکومت اپنی مصالح کو خود ہی جانتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کسی ملک کا آئین و قانون کسی شخص کو اس طرح کھلی چھٹی نہیں دیتا ـــــ اصغرخاں کے بعد نورانی صاحب کے پیٹ میں مروڑ اٹھا اور ایسے وقت میں جب وہ بیرونی دنیا کے طویل دورہ سے واپس آئے۔ بیرونی دنیا میں فرقہ وارانہ اختلافات کی آگ بھڑکا کر واپسی پر "سوادِ اعظم" کے قائد کو یہاں چین سے بیٹھنا پسند نہیں تھا۔ بھلا جن کی سرشت و عادت میں شرارت و فساد ہو وہ امن و آشتی اور صلح و اجتماع کو کیسے پسند کر سکتے ہیں، چنانچہ انھوں نے بھی اتحاد کا جوا گردن سے اتار پھینکا اور اسی شب لاہور کے ایک ادارہ کے

خدام الدین

جلد نمبر ۲۴

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

۲۵ / ۱۱ اگست ۱۹۷۸ء

بدل اشتراک

سالانہ ۶۰ روپے

ششماہی ۳۰ روپے

سہ ماہی ۱۵ روپے

فی پرچہ

ڈیڑھ روپیہ

رئیس الادارہ

پیر طریقت حضرت

مولانا عبیداللہ انور صاحب

مدیر منتظم

میاں محمد اجمل قادری

مدیر

محمد سعیدالرحمان علوی

معاون

صالح محمد صدیقی

پبلشر مولانا عبیداللہ انور - پرنٹر الٰہی بخش - مطبع [illegible] ۱۴۰ [illegible] گیٹ

جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اپنے ملکی مخالفین کو "اولادِ ابوجہل" قرار دے کر اپنے "عالمانہ وقار" کا مظاہرہ کیا۔ جس سٹیج پر نورانی میاں نے تقریر کی وہ سٹیج کافر سازی کے فن کے اتارو ہیں اور العدی خانہ ان کے وڈیروں نے چونکہ کسی کو معاف نہ کیا تھا اس لیے چھوٹوں نے بڑوں کی ریت اپناتے ہوئے خود ساختہ قائدِ اہلِ سنت سے ایکبار پھر اعلانِ جنگ کروایا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ عالمی سطح کے اس "مبلغ دین" نے زورِ خطابت میں قرآن کریم کی کھلے بندوں توہین کی اور اسلام کی مخلص و خادم حکومت سے پوچھا کہ بابا یہ ہے کیا؟

تیسرے مرحلہ پر مسلم لیگ نے اتحاد میں ہوتے ہوئے اپنی الگ حیثیت میں شریکِ حکومت ہونے کا فیصلہ کر کے اپنے روایتی کردار کا مظاہرہ کیا۔ جس پر ہمیں کم از کم کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ مسلم لیگ عوامی لیگ، ریپبلکن پارٹی، کنونشن لیگ اور پی۔پی۔پی یا دوسرے ناموں سے جو پارٹیاں بنیں اس میں بنیادی ممبر ہونے کا شرف انہی حضرات کو حاصل تھا جنہوں نے اجتماعی فیصلہ کے علی الرغم جلد بازی کا مظاہرہ کر کے قوم کی آرزوؤں کو پامال کیا ــــ اور اب نیپ کی جانشین این۔ڈی۔پی نے چھلانگ ماری ہے۔ یہ بات لوگوں کے ذہن و حافظہ میں ہے کہ بھٹو کے مظالم کا سب سے زیادہ تختۂ مشق وہ لوگ بنے جو ولی خان کے خاندان اور رفقاء میں شامل تھے۔

نیپ پر پابندی لگی اور نیپ والے جیل پہنچ گئے تو سردار مزاری نے پارٹی بنائی۔ جس میں بنیادی طور پر نیپ والے ہی شامل تھے۔ ایک گروپ جس کے دل و دماغ پر سُرخ سویرا مسلّط ہے اسی وقت مزاری صاحب سے علیحدگی اختیار کر لی، کیونکہ انہیں شبوہ تھا کہ مزاری صاحب اسلام کا نام لیتے ہیں۔ وقت گزرتا گیا، حتیٰ کہ بھٹو کی بساط الٹ گئی۔ ولی خاں وغیرہ باہر آگئے ولی خاں نے تو این۔ڈی۔پی کی رکنیت اختیار کر لی۔ لیکن بلوچی قیادت جب بھی گریزاں تھی اب بھی گریزاں ہے۔

خانصاحب اپنی اہلیہ سمیت یورپ تشریف لے گئے اور مزاری صاحب بھی۔ سرزمین یورپ نے کیا رنگ دکھایا کہ جو لوگ کل تک بھٹو ازم کے خاتمہ کے لیے مارشل لاء گورنمنٹ سے تعاون کو وقت کی سب سے بڑی نیکی سمجھتے تھے اور پاکستان و اتحاد کو لازم و ملزوم قرار دیتے تھے، انھوں نے آنکھیں موند لیں۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ سرزمین یورپ کی مخصوص قوتوں نے یار لوگوں کے ذہن میں کچھ ڈالا اور ایک خاص ترتیب کے ساتھ یہ حضرات سوئے وطن مراجعت کرتے رہے۔ اور ملکی فضاؤں میں زہر گھولتے رہے ــــ سب سے پہلے سردار مزاری صاحب تشریف لائے۔ ان کے لب و لہجہ کی تلخی کسی قیامت کی تہہ دے رہی تھی۔ حتیٰ کہ انھوں نے پارٹی کنونشن کا اعلان کر دیا۔ اس میں شمولیت کے لیے پارٹی کی نائب صدر بیگم ولی خان چوری کے مبینہ الزام سے بری ہو کر واپس تشریف لائیں۔ الیکشن و تحریک کے دوران بیگم صاحبہ کے مثالی کردار کے پیشِ نظر ان سے قوم مختلف توقعات وابستہ رکھتی تھی، لیکن انھوں نے بھی "قتلِ اتحاد" کی دستاویز پر انگوٹھا ثبت کر دیا۔ اور دو دن بعد جب ان کے خاوند واپس تشریف لائے تو انھوں نے پارٹی کا ادنیٰ ترین کارکن ہونے کے ناطے سے پارٹی فیصلہ کی توثیق کر دی۔ اس طرح ایک عہدِ وفا دم توڑ گیا ــــ ہمارے خیال میں این۔ڈی۔پی کی یہ چھلانگ بعض ایسے لوگوں کو پارٹی کے اندر جذب کرنے کے لیے تھی۔ جو ابھی تک یوسف بے کارواں بنے پھرتے ہیں۔ ان کی شمولیت تو نہ ہوئی۔ لیکن این ڈی۔پی نے اصول پسندی کے زعم میں بدترین قسم کی بے اصولی کا مظاہرہ کیا۔ این۔ڈی۔پی کو جمہوریت عزیز ہے اور اسے وہ چاہیئے نہ کہ اسلام جیسا کہ آج ہی اس کے ایک ذمہ دار رہنما ارباب سکندر خاں خلیل نے کہا ہے ــــ ہم کم از کم اس صورتحال پر سخت رنجیدہ خاطر ہیں جو لوگ آج کسی "محمود" کے پیشِ نظر "ایاز" بننے کی فکر میں ہیں۔ انہیں اپنی قدر پہچاننی چاہیئے۔ جن لوگوں نے ان کی خاطر اپنا چمن اجاڑا تھا انہیں آنکھیں دکھانا؟ نرم سے نرم الفاظ

(باقی صـ۹ پر)

خطبہ جمعہ

غزوۂ بدر

انقلاب آفریں واقعہ

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبۂ مسنونہ،

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

صدق اللہ العظیم

محترم حضرات و خواتین! آج کی صحبت میں اہلِ حق و صداقت کی اس داستان جرأت و بسالت کا تذکرہ مقصود ہے جو تاریخ و سیرت کی کتابوں میں "غزوۂ بدر" کے نام سے مشہور ہے، اور جسے قرآن عزیز نے "یوم الفرقان" یعنی "فیصلہ کا دن" قرار دیا —— یہ جنگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ۵۵ ویں سال میں ہوئی جبکہ آپ کو نبوت ملے پندرھواں سال جا رہا تھا اور ہجرت کا یہ دوسرا سال تھا۔ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو مدینہ منورہ سے قریباً ۸۰ میل دور بدر کی وادی میں یہ جنگ لڑی گئی۔ جس میں اہلِ کفر افرادی طور پر ایک ہزار اور مسلمان صرف ۳۱۳ تھے۔ وہ ایک ہزار ہر قسم کی جنگی ضروریات سے لیس اور یہ بالکل تہی دامن و تہی دست! اللہ رب العزۃ ان "۳۱۳" کی کمزوری کا سب سے بڑا گواہ ہے جو آیت ابتداء میں تلاوت کی گئی اس میں لفظ ہے "وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ" یعنی "اور تم کمزور تھے"۔ اس کمزوری کا مداوا پروردگار عالم نے اپنی امداد کے ذریعہ کیا، جس کا یوں ذکر ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ "کہ اللہ نے تمہاری امداد کی بدر کے میدان میں"۔ اس جنگ کے حالات اور اس میں قدرت کی عجوبہ کاریوں کو خدا نے اپنی مقدس کتاب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ فرما دیا —— بالخصوص سورۂ "انفال" کا بہت بڑا حصہ اس کے لیے وقف فرما دیا۔ اور اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی نقشہ کشی کی۔

پس منظر

اس سے قبل کہ جنگ اور اس کے نتائج پر گفتگو کی جاتے، اختصاراً کے ساتھ پس منظر کا ذکر ضروری ہے جن حضرات کی اس دور کے حالات پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ دور تاریکی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا۔ عقائد غلط، اعمال غلط اور اخلاق غلط۔ چار دانگِ عالم میں چراغ رُخ زیبا لے کر تلاش کرنے سے بھی چند آدمی ایسے بشر آنے مشکل تھے جو فطرت کے ترجمان کہے جا سکیں۔ پوری دنیا اور اس کا ایک ایک گوشہ تاریک تھا۔ اور "ام القریٰ" کی وادی یعنی مکہ معظمہ تاریکی میں سب سے بڑھ کر۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں "یتیم مکہ" کی پیدائش ہوئی اور اس کی مبارک زندگی کے ۴۰ سال یوں گزرے کہ دنیا محو حیرت تھی۔ اسے کسی نے کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے نہیں دیکھا اور کیسے کوئی دیکھتا وہ تو دنیا سے ہر قسم کے بتوں کا استیصال کرنے آیا تھا، اسے کسی نے کسی محفل ناؤنوش میں نہیں دیکھا اور یہ ممکن بھی کیسے تھا وہ تو جام و سبو توڑنے کے لیے آیا تھا۔ اسے لہو و لعب سے نفرت تھی۔ اس کی زندگی اخلاقِ عالیہ کا پیکرِ جمیل تھی —— وہ صداقت کا رسیا، امانت کا علمبردار اور شرافت کے خمیر سے اٹھایا گیا تھا۔ مکہ کے بادہ نوش اور بتوں کے پجاری اس کو دیکھتے تو انگلیاں دانتوں میں دبا لیتے۔ اور آخر "الصادق الامین" کہہ کر اپنی تسکین کا سامان فراہم کرتے اسی الصادق الامین نے جب اپنے خالق و مربی کے نمائندہ ہونے کا اعلان کیا تو حسد و عناد کی ماری مخلوق جل بھن کر رہ گئی۔ ان کا سرمایہ و اور ان کا جھوٹا وقار انہیں یہ بات تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہونے دیتا کہ ایک

غریب و یتیم اور اسے یہ عزت ملے؟ وہ اوّل تو اسے دیوانے کی بڑ قرار دیتے، لیکن یہ کہتے کہ اگر یہ ہونا ہی تھا تو "مکہ و طائف" کی کلیدی بستیوں میں بڑے بڑے رؤسا موجود تھے، ان کی خدمات حاصل کی جاتیں۔ لیکن وہ اس بات کو بھول گئے تھے کہ یہ خدائی عطیہ ہے اور موہبتِ الٰہی ہے اور اس سے خدا جس کو چاہے نوازے، اس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ اس نعمت کے لیے "قلب سلیم و صحیح" کی ضرورت تھی جسے تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز بنایا جا سکے، یہاں چاندی سونے کے کھوٹے سکوں کی ضرورت نہ تھی ـــــ لیکن اُلٹے دماغ و دل کے مالک وہ لوگ اس بدیہی حقیقت کو کیونکر تسلیم کرتے ـــــ انھوں نے آتشِ انتقام بجھانے کے لیے اور اپنے معبودوں کی توہین کا بدلہ لینے کے لیے درندگی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ دلائل و براہین سے محروم لوگ یہی کچھ کرتے ہیں۔ اب وہ تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چند نحیف و نزار ساتھی! لیکن مادیت کے اسلحہ سے مسلح لوگ ایمان و یقین کی قدر و منزلت سے آشنا نہ تھے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کتنی بڑی نعمت اور قوت ہے جو ان ضعفاء و مساکین کو نصیب ہوئی ہے ـــــ انہوں نے ظلم کی حد کر دی انھوں نے صبر و استقامت کی ـــــ ان کے ہر ظلم کے بعد یہاں "ذوقِ جرم" بڑھتا تھا اور ایمان و توحید کے متوالے زبانِ حال و قال سے کہتے کہ ع

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

ہجرت

صورتِ حال سنگین سے سنگین تر ہوتی چلی گئی تو قدرت نے "انقلاب" کی بنیاد ہجرت کے ذریعہ رکھی تاکہ مسلمان محفوظ مقام پر اپنی صفوں کو منظم کر کے دنیائے کفر کی بساط کو لپیٹ سکیں۔ یہ وہ پس منظر تھا، جس میں ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔ مسلمان چھُپ چھُپ کر اپنے گھر چھوڑ رہے تھے۔ مکانات، حویلیاں اور کاروبار کی قربانیاں دے رہے تھے۔ صنادید کفار و قریش اس بات کو کیسے گوارا کر لیتے کہ یہ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ وہ تعاقب کرتے۔ لیکن قدرت نے اسباب مہیا فرمائے اور مسلمان کسی نہ کسی طرح وہاں سے نکل گئے ـــــ اب ان کی منزل "یثرب" کی بستی تھی۔ جس کی سر سبزی و شادابی کا نقشہ خواب میں بطحائی سرکار کو دکھایا جا چکا تھا۔ پہلی تبدیلی یہ آئی کہ اس بستی کا نام "یثرب" کی بجائے "مدینۃ النبی" قرار پایا یعنی شہر نبی۔ دوسری تبدیلی فوری طور پہ یہ سامنے آئی کہ مدینہ کی آب و ہوا میں حیرت زا طور پر خوشگواری آ گئی اور موسمی بخارات کے جو اثرات اس بستی کا لازمہ تھے انہیں اللہ تعالےٰ نے دعائے پیغمبر کے صدقہ دور فرما دیا۔

مدینہ کی آبادی

اس بستی میں اوس و خزرج کے ساتھ ساتھ یہود کے چند قبائل بھی آباد تھے جو روایتی مکر و فریب کے پیشِ نظر یہاں کی سیاست و معاشرت اور معیشت و اقتصاد پر چھائے ہوتے تھے حالات نے رُخ پلٹا تو اوس اور خزرج کے کچھ لوگوں کی ملاقات "عقبہ" کی گھاٹی میں مکہ کے قریب حضور علیہ السلام سے ہو گئی۔ یہ سلسلہ ہجرت سے پہلے تین سال چلا۔ ان تین سالوں میں متعدد یثربی حضرات مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ہوتے ہوتے ان کی خواہش پر وہاں ایک معلّم بھیج دیا گیا۔ جس نے آمدِ رسولؐ سے قبل ہی آبادی کے ایک مخصوص حصّہ کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیا۔ قدرت کے ازلی فیصلے وقت پر جلوہ نمائی دکھاتے ہیں ـــــ انصار مدینہ کا خلوص رنگ لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے اٹھ کر وہاں پہنچ گئے اور پھر یہ رفاقت یوں نبھائی کہ ایک وقت میں متعدد علاقوں کے ساتھ ساتھ خود آپ کی جنم بھومی مکہ معظمہ بھی آپ کے زیرِ نگیں آ گئی۔ لیکن مدینہ طیبہ کی کچّی مسجد، وہاں کا شیریں پانی، تازہ کھجوریں اور سب سے بڑھ کر انصار کا خلوص آپ کا دامن گیر ہو گیا۔ اور بہ مشیتِ خداوندی یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

ہجرت کے بعد

آپ نے ہجرت کے بعد پہلا کام مسجد کی تعمیر کا کیا کہ ایک مسلم معاشرہ کی تعمیر میں یہ بنیادی پتھر

کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے بعد مختلف قبائل سے گفتگو کر کے "میثاق مدینہ" کا اہتمام کیا۔ کیونکہ آپ کی نگاہ نبوۃ دیکھ رہی تھی کہ مکہ کے منتقم مزاج لوگ یہاں بھی مسائل کھڑے کریں گے۔ بہتر ہے کہ اس شہر کے دفاع و تحفظ کا سامان فراہم کر لیا جائے اور اسی بنیاد پر "میثاقِ مدینہ" مرتب کیا گیا۔ جس میں تمام قبائل مدینہ شامل تھے۔

جنگ کیطرف

آپ کی طبع مبارک میں صلح و آشتی اور رحمت و مودت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جنگ و جدال سے آپ گریز فرماتے اور خدا کی منشاء بھی فی الحال یہی تھی۔ لیکن جب کفارِ مکہ نے حالات کو بگاڑنا شروع کر دیا اور یہود مدینہ سے خط و کتابت کر کے انہیں بہکانا چاہا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہیں، اُدھر مدینہ کی چراہ گاہوں پہ حملوں کا پروگرام بنایا تو آپ نے حفاظت و دفاع کی خاطر اور حالات کا جائزہ لینے کے لیے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں اپنے رفقاء کو اِدھر اُدھر بھیجنا شروع کر دیا۔ ایک اسی طرح کی ٹکڑی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں گئی تو کفار کے ایک شرارتی ٹولے سے مڈبھیڑ ہو گئی اور ایک کافر ڈھیر ہو گیا۔ جس کا نام عمرو بن الحضرمی تھا۔ اس کے ساتھ ہی کفار مکہ اجتماعی حملہ کے لیے سوچ بچار کر رہے تھے۔ ان کی شرارتی فطرت نے انہیں ایک "پبلک کمپنی" بنانے پر آمادہ کیا۔ جس میں ہر قریشی کا سرمایہ شامل کر کے ایک عظیم تجارتی قافلہ شام روانہ کر دیا۔ مقصد تھا کہ جو نفع ہو اس سے اسلحہ خرید کر مسلمانوں کا قلع قمع کر دیں۔ اس قافلہ تجارت کے سربراہ ابو سفیان تھے۔ جو ہنوز اسلام کی روشنی سے محروم تھے۔ لیکن بعد میں مسلمان ہو کر اسلام پر فدا ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

حضور علیہ السّلام کے مخبر آپ کو لحظہ لحظہ کی خبریں دے رہے تھے۔ قدرت کفار کی طاقت توڑنے کے لیے کفوا ایدیکم کے بجائے جنگ کی اجازت دے چکی تھی اور اس کا راز یہ تبلایا گیا تھا کہ اگر فسادی عنصر کا آپریشن کر کے اس کے وجود سے زمین کو پاک نہ کیا گیا تو کسی قوم کا عبادت خانہ محفوظ نہیں رہے گا۔ اور پھر "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا ظالمانہ قانون دنیا کا مقدر بن جائے گا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس تجارتی قافلہ کے تعاقب کا پروگرام بنایا جس پر مستشرقین یورپ چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ اور ان کی دیکھا دیکھی مکتبِ فکر تاویل در تاویل کے چکر میں پڑ جاتا ہے حالانکہ اس میں اخلاقی نقطۂ نظر سے کوئی قباحت نہ تھی—آخر مسلمانوں کا قصور کیا تھا، یہی کہ وہ "ربنا اللہ" کہتے تھے اور "ان الحکم الا للہ" کے پروگرام کے لیے سرگرم عمل تھے۔ —۱۳ سال تک مکہ میں انھوں نے ظلم برداشت کیا اور پھر اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دور مدینہ میں بس گئے—اب بھی انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیا جا رہا تھا۔ اور کبھی یہودیوں کو نقضِ عہد پہ آمادہ کرنے کی کوشش تھی تو کبھی چراگاہوں پہ حملے اور سب سے بڑھ کر اس لمیٹڈ کمپنی کا قیام اور اس کی عملی صورتیں تاکہ ڈھیروں سرمایہ مہیّا کر کے اس سے گولی بارود خرید کر اس دھرتی کو خونِ انسانیت سے لالہ زار بنا دیا جائے؟ اس پس منظر کو سامنے رکھیں تو آپ کی انصاف پسند طبیعت یہ فیصلہ دے گی کہ سانپ کے جواں ہونے سے پہلے اوّلین فرصت اس کا سر کچلنا کتنا ضروری تھا۔ اور یہی ضرورت تھی جس کے لیے طبعی طور پہ جنگ و جدال سے نفرت کرنے والی ذاتِ اقدس مجبور ہو کر حرکت کر رہی تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے سورۃ انفال کی ابتداء میں "دو جماعتوں" کی طرف مسلمانوں کی توجہ دلائی۔ جن میں سے ایک جماعت تو یہی تجارتی قافلہ والے لوگوں کی تھی اور دوسری جماعت وہ تھی جو ابوجہل کی قیادت میں جلدی سے جلدی مسلمانوں کا خون چوسنے کے لیے بیقرار تھی۔ ابوجہل کی بیقراریاں بہت بڑھ چکی تھیں۔ وہ بہانے تلاش کر رہا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ یوں ہی اسے علم ہوا کہ مسلمان تجارتی قافلہ کی راہ روکنے کا عزم رکھتے ہیں تو وہ لوہے کے لباس میں غرق ایک ہزار جوانوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف بڑھنے لگا—سورۃ انفال

کے مطابق اس مرحلہ پر پوری شیطانی طاقت اس کے ساتھ تھی۔ اور لے تھپکیاں دے رہی تھی کہ لا غالب لکم الیوم من الناس کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ وہ پڑاؤ پر پڑاؤ عبور کرتا ناؤ نوش کی محفلیں سجاتا بڑھتا چلا آ رہا تھا کہ حضور علیہ السلام کو اس صورتِ حال کا علم ہوا — آپ فشائے ربانی کے پیشِ نظر تجارتی قافلہ کی طرف سے رُخ موڑ کر اس جنگی جماعت کی طرف کوچ فرمانا چاہتے تھے لیکن ساتھیوں بالخصوص انصار سے مشورہ ضروری تھا۔ اس لیے کہ آپ نے مدینہ میں آ کر ان سے جو معاہدہ کیا تھا وہ صورت بالکل مختلف تھی۔ وہ تو مدینہ کے دفاع سے متعلق تھی اور اب باہر نکل کر مقابلہ کرنا تھا۔ — مہاجرین جنہوں نے گھر در سب کچھ چھوڑ دیا تھا وہ تو ہر خطرہ کے لیے تیار تھے۔ لیکن نبوت کی نگاہیں انصار کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ حتیٰ کہ وہ مزاج شناس نبوۃ آگے بڑھے۔ حضرت سعدؓ و حضرت مقداد رضی اللہ عنہما نے تقریریں کیں۔ تقریریں کیا تھیں حوصلہ کا پیغام — اور کفار پر ٹوٹ پڑنے کا عزم۔ — یہ تقریریں سن کر محمد عربیؐ کا چہرۂ انور خوشی و مسرت سے کھل گیا۔ اور اب یہ قافلۂ سخت جاں سوئے بدر روانہ ہوا — اللہ اللہ چشمِ فلک نے یہ نظارہ کاہے کو دیکھا ہو گا کہ سواری نہیں، اسلحہ نہیں، خوراک نہیں، لیکن ایمان ہے کہ وہ برابر بڑھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

— بالآخر وہ جگہ آ گئی جسے کفار مسلمانوں کا مقتل بنانے کا عزم لے کر چلے تھے لیکن جس کا پرانا کنواں کفار کی لاشوں کو ہڑپ کرنے کے لیے بیقرار تھا۔

میدانِ جنگ

اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ کے متعلق سورۃ انفال میں فرمایا کہ مسلمانوں کو جنگی نقطۂ نظر سے ناموزوں جگہ ملی کیونکہ موزوں جگہ پر کفار قابض ہو چکے تھے اور پھر مسلمان پانی سے محروم تھے۔ لیکن قدرت والے نے بارش برسا کر نہ صرف پانی کا انتظام کر دیا بلکہ ان کے حصہ کے میدان کو جما دیا۔ وہ پختہ اور مضبوط ہو گیا۔ اور کفار کی طرف والا حصہ دلدل اور کیچڑ میں تبدیل ہو گیا۔ حضورؐ کے لیے جھونپڑی بنائی گئی۔ آپؐ ساری رات مصروف عبادت و مناجات رہے۔ ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دار تھے۔ شدتِ گریہ سے نبوت کا حال زار و زار تھا۔ نیاز کے ساتھ ساتھ ناز بھی ہو رہا تھا اور خدا سے عرض کیا جا رہا تھا کہ میں نے اپنی متاع اور کمائی میدان میں جھونک دی۔ اب تیرا کام ہے کہ ان کی حفاظت فرما — بصورتِ دیگر قیامت تک اس دھرتی پر نغمۂ توحید الاپنے والا کوئی نہ ہو گا۔ خدا کی طرف سے "سیھزم الجمع ویولون الدبر" (القمر) کا مژدہ آیا۔ نبوت خوشی و مسرت کے جذبات کے ساتھ میدان میں آئی۔ معائنہ کیا۔ صفیں باندھیں

اور جب جنگ کا طبل بجا تو غیر مرئی مخلوق کے دستے مسلمانوں کی امداد کو آ پہنچے۔ خود مسلمانوں نے کمال بے جگری کا مظاہرہ کیا اور اس سے پہلے کہ سورج غروب ہوتا دنیائے کفر کا سورج غروب ہو چکا تھا۔ ابوجہل سمیت ۷۰ صنادید کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے۔ اور انہیں "قلیبِ بدر" کی نذر کیا جا چکا تھا۔ جبکہ "۷۰" سورما ہتھکڑیوں میں جکڑے کھڑے تھے۔ ادھر شمار ہوا تو محض ۱۴ نفوسِ قدسیہ تھے جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ نبوت نے اپنے ان عزیز از جان ساتھیوں پر محبت کے آنسو بہائے اور اپنے معصوم ہاتھوں سے دفنا دیا۔ اور مشورہ کے بعد قیدیوں کو سوئے مدینہ روانہ ہو گئے۔ اس روانگی میں تذلل تھا، عاجزی تھی، لبوں پر حمد کے ترانے تھے۔ کسی قسم کا تکبر و نہ تھا۔ بس ہر ایک یہی کہہ رہا تھا جس کی ترجمانی شاعر نے کی کہ —

جو ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو ہو گا تیرے کرم سے ہو گا

ہمارے لیے سبق

عزیزانِ گرامی! تفصیلی واقعات کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا کہ ایک طرف طاقت کا گھمنڈ تھا دوسری طرف محض ایمان و یقین کی دولت اور اپنے پروردگار پر اعتماد۔ اس دولتِ ایمان نے کمزوروں کو غالب کر دیا اور وہ تاریخ کا رُخ موڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ موجودہ حالات

اور دنیا کا نقشہ اس دورِ جاہلیت کی یاد دلا رہا ہے۔ دنیائے کفر متحدہ محاذ بنا کر مسلمانوں پر دانت پیس رہی ہے۔ لیکن مسلمان ہیں کہ وہ خوابِ غفلت کا شکار ہیں — حالات کیسے پلٹیں گے، انقلاب کیونکر آئے گا۔ اور مسلمان دنیا میں کیسے سر فخر سے بلند کر کے چل سکیں گے۔ اس کے لیے بدر کے واقعہ میں راز و سبق پوشیدہ ہیں۔ انھیں پڑھیں سمجھیں اور کفر پر برق بن کر گر پڑھیں۔ یاد رکھیں تمہاری بقا کا راز جذبہ جہاد اور روحِ جہاد سے وابستہ ہے۔ گھوڑوں کی پیٹھ سے اتر کر بیلوں کی دم سے چمٹنے والی قوم دنیا میں امن حاصل نہیں کر سکتی۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

بقیہ : اداریہ

میں خطرناک قسم کی احسان ناشناسی اور محسن کشی ہے۔ ولی اور ان کے رفقاء کو سوچنا چاہیئے کہ ہزاروں عزیز بچوں کی قربانیوں کے پیشِ نظر آپ ابتلاء کے دور سے آزاد ہوتے ہیں۔ انہیں اس طرح نظرانداز نہ کریں۔ اس سے آپ کے قد و قامت میں اضافہ نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ ملک اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود آپ پر تنگ ہو جائے گا۔

ہم جانتے ہیں کہ بعض سیاسی بونے وطنِ عزیز کی سرحدات کے قریب رونما ہونے والے سیاسی انقلابات پر نظر جمائے ہوتے اپنی قسمتیں ان سے وابستہ کرنے کی چٹکی لے رہے ہیں۔ اور انہی کے سوچ ان انتہا پسندانہ فیصلوں میں کام کر رہی ہے لیکن کیا یہ لوگ اپنے عزائم میں کامیاب ہو جائیں گے اور سرخ سامراج ان سے وفا کرے گا؟ ہم پوری دلسوزی سے یہ بات کہیں گے کہ اپنی نسلوں کا مستقبل تاریک ہونے سے بچانے کے لیے اپنے فیصلوں پر نظرثانی کرو۔ ہم اصغر، نورانی اور ولی و مزاری سب سے یہی بات کہیں گے کیونکہ خیر اجتماعیت میں ہے اور انفرادیت خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتی ہے۔

آخر میں فوجی یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جو قوم کے جذبات تھے وہ آج نہیں۔ آپ کے طرزِ عمل نے قوم کو مایوسی کے گڑھوں میں پھینک دیا ہے۔ اس بات کو نظرانداز کرنا مشکل نہیں کہ آپ کی حکمتِ عملی اکھاڑ پچھاڑ اور جوڑ توڑ کا باعث بن رہی ہے۔ ملت کی امنگوں کا خون ہوا تو کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ آپ کو اپنے عمل سے ثابت کرنا ہو گا کہ آپ غیر جانبداری کے ساتھ سوئے منزل رواں دواں ہیں اور قوم کے بہتر مستقبل کے لیے کوشاں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں اصلاح احوال کی توفیق دے۔

سرمایہ داروں کے چونچلے

زاہد سرفراز صاحب وزیر تجارت ہیں۔ اگلے دن درآمدی پالیسی کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ کہا وہ ایک مخصوص ذہنیت کی عکاسی ہے زاہد صاحب چونکہ اس طبقہ کے نمائندے ہیں اور ایسی جماعت کے توسط سے ہی بیلائے وزارت سے ہمکنار ہوئے ہیں اس لیے ان سے اس کے بغیر کسی چیز کی توقع رکھنی ہی مشکل ہے۔

وطن کی محبت نے انہیں اتنا ستایا کہ انہوں نے مہنگے غیر ملکی سگریٹ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ لیکن ائرکنڈیشن، ریفریجیٹر ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ اور ہیٹر جیسی چیزیں گفٹ سکیم کے تحت منگوانے کی آسانیاں کر دیں۔

بدبخت نوکرشاہی کے نرغہ میں پھنسے ہوئے ان وزیروں کو کون سمجھائے کہ قوم کی بنیادی ضروریات کیا ہیں اور کیا نہیں!

ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ پالیسی ایک مخصوص طبقہ کے مفاد کے لیے وضع ہو رہی ہے، اور اجتماعی مفاد کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔

مادر پدر آزاد سرمایہ داری کے علمبردار لوگوں نے اپنی روش نہ بدلی تو انقلاب کی راہ روکنی مشکل ہو جائے گی اور یہ انقلاب اپنی شدت و سنگینی کے پیشِ نظر نمونۂ محشر ہوگا۔

حالات کا اگر علم نہیں تو وزارت چھوڑ کر گھر آ جائیں ورنہ قوم کے فائدے کے لیے صحیح کام کریں اور اپنے سمیت قوم کو تاریک مستقبل سے بچائیں۔

بقیہ : درسِ حدیث

کے لیے تنہا کتاب اللہ ہے یا سنّتِ رسول اللہ ہے۔ پھر اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ اگر موسٰی علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو میرے متبع ہوتے، پیرو ہوتے، وہ اپنی ہر چیز سے دستبردار ہو جاتے۔ اس لیے کہ جب سورج نکل آئے تو پھر چراغ کام نہیں دیتے۔ ہر نبی کا اپنی جگہ بڑا مقام، بہت مرتبہ لیکن ؎

اُفلتْ شموس الاولین و شمسنا
ابدا علاہ فکیف کان تغرب

ہمارے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے اپنے وقت پر سورج آئے طلوع ہوئے پھر غروب ہو گئے۔ لیکن ہمارا سورج آ گیا اس کے لیے طلوع ہونا ہے اس کے لیے غروب نہیں ہے اور یہ آفتاب آفتاب نبوت ہے۔ آپ نے اندازہ کیا کہ جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تورات نہیں پڑھنے دیتے تو ہماری یونیورسٹیوں میں جو نیا سبجیکٹ شروع ہوا ہے۔ نیا مضمون پڑھایا جاتا ہے "تقابل ادیان" کا اس کا بڑا نقصان یہ ہے کہ پروفیسر حضرات میں سے بعض اہل دل تو اسلام کی حقانیت باقی مذاہب پر خوب واضح کرتے ہوں گے۔ لیکن اکثریت ان حضرات کی ہے جن کی اپنی معلومات دین کے بارہ میں صفر کے برابر ہیں۔ وہ طلبار کو کیا سمجھائیں گے۔ طلبا جب اسلام کا اور باقی مذاہب کا مطالعہ کریں گے اور خدانخواستہ اگر اسلام کے معاملہ میں ان کا ذہن مطمئن نہ ہوا تو لازماً دوسرے مذاہب کے اثرات ان کے دل و دماغ پر چھا جائیں گے اور بجائے اسلام کی حقانیت سمجھنے اور اس کے قریب آنے کے وہ اسلام ہی سے دور ہوتے جائیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں یہ سلسلہ بند کر دیا جائے اور اسلام کو دوسرے مذاہب کے ساتھ تقابل کر کے سمجھنے کی بجائے کتاب و سنّت کے ذریعہ سمجھا جائے۔

اعتذار

خدام الدین کی گزشتہ اشاعت میں صـ۲۵ پر شائع ہونے والا مضمون "اسلام میں تصورِ ریاست" ہمارے محترم کرم فرما جناب ڈاکٹر رشید احمد صاحب جالندھری کا ہے۔ ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ کاپی جوڑنے والے دوست کی کرم فرمائی کے سبب اس پر نہ تو ڈاکٹر صاحب کا نام لکھا جا سکا اور نہ ہی مدیرِ خدام الدین کا متعلقہ نوٹ! یہ ڈاکٹر صاحب کی ایک تقریر ہے جو موصوف نے ۲۸ دسمبر ۷۷ء اور ۳۱ جنوری ۷۸ء کو کراچی اور راولپنڈی میں شامِ ہمدرد کی تقاریب میں کی۔

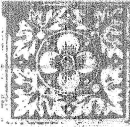
اسی تقریر کی بنار پر اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ نے موصوف کے خلاف رپورٹ لکھی۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو اسلامی تحقیقاتی ادارہ کی سربراہی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس سے قبل ۷۲ء میں ڈاکٹر صاحب کی روشن طبع ملازمت سے ان کی علیحدگی کا سبب بن چکی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اسلام کے معاملہ میں زبانی جمع خرچ کے رسیا لوگ اختلاف فکر و نظر کو ذرہ برابر برداشت نہیں کرتے اس کے باوجود وہ اسلام کے محافظ اور وکیل قرار دیئے جاتے ہیں۔ مضمون کے مندرجات سے اختلاف کی شکل میں ہمارے صفحات حاضر ہوں گے۔

اے کاش! ایک صاحبِ علم کی روزی سے محروم رکھنے کی گھناؤنی سازش کرنے والے لوگ کم از کم انہیں اظہارِ وجوہ کا نوٹس ہی دے دیتے؟ —— بھٹو جیسے قاتل کے لیے اس ملک کی عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر رشید کے لیے نہ کوئی اپیل ہے نہ وکیل —— فیا للعجب

(ادارہ)

تحریر: محدث الکبیر حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب مدظلہ
مرسلہ: مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری خطیب جامع مسجد داگہ لاہور



درسِ عبرت

حضرت شیخ ابو عبداللہ اندلسیؒ کا عبرت آموز واقعہ

سن ہجری کی دوسری صدی خاتمے پر ہے۔ آفتابِ نبوت غروب ہوئے ابھی بہت زیادہ مدت نہیں گزری لوگوں میں امانت و دیانت اور تدین تقویٰ کا عنصر غالب ہے۔ اسلام کے ہونہار فرزند جس کے ماتھ پر اس کو فروغ ہونے والا ہے، کچھ برسرِ کار ہیں۔ اور کچھ ابھی تربیت پا رہے ہیں۔ ائمہ دین کا زمانہ ہے۔ ہر ایک شہر علماء دین و صلحاء متقین سے آباد نظر آتا ہے خصوصاً مدینۃ الاسلام (بغداد) جو اس وقت مسلمانوں کا دارالسلطنت ہے اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہوکر گلزار بنا ہوا ہے۔ ایک طرف اس کی دلفریب عمارتیں اور ان سے گزرنے والی نہریں، دل لبھانے والی ہیں۔ اور دوسری طرف علماء و صلحاء کی مجلسیں، درس و تدریس کے حلقے ذکر و تلاوت کی دلکش آوازیں خدائے تعالیٰ کے نزدیک نیک بندوں کی دلجمعی کا ایک کافی سامان ہے فقہاء، محدثین اور عبّاد کا ایک عجیب مجمع ہے۔ اس مبارک مجمع میں ایک بزرگ ابوعبداللہ اندلسی کے نام سے مشہور ہیں۔ جو اکثر اہل عراق کے پیر و مرشد اور استاد و محدث ہیں آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ جن کا عبرت ناک واقعہ ہمیں اس وقت ہدیۂ ناظرین کرنا ہے۔

یہ بزرگ علاوہ زاہد و عابد اور عارف ہونے کے حدیث و تفسیر میں بھی ایک جلیل القدر امام ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں اور قرآن شریف کو تمام روایات قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا۔ تلامذہ اور مریدین کی کی جماعت میں سے بہت سے آدمی آپ کے ساتھ ہو لیے۔ جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی بھی ہیں۔ حضرت شبلی قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت امن و امان اور آرام و اطمینان کے ساتھ منزل بہ منزل مقصود کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کہ ہمارا گزر عیسائیوں کی ایک بستی پر ہوا۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا لیکن پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب تک ادا نہ کر سکے تھے۔ بستی میں پہنچ کر پانی کی تلاش ہوئی۔ ہم نے بستی کا چکر لگایا۔ اس دوران ہم چند مندروں اور گرجاؤں پر پہنچے۔ جن میں آفتاب پرستوں، یہودیوں اور صلیب پرست نصرانیوں کے رہبان اور پادریوں کا مجمع تھا کوئی آفتاب کی پوجا کر رہا تھا، کوئی آگ کو ڈنڈوت کرتا تھا، کوئی صلیب کو اپنا قبلۂ حاجات بنائے ہوئے تھا۔ ہم یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے آخر گھومتے گھومتے بستی کے کنارے پر ایک کنوئیں پر پہنچے جس پر چند لڑکیاں پانی پلا رہی تھیں۔ اتفاق سے شیخ مرشد ابوعبداللہ اندلسیؒ کی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے حسن خداداد سے حسن و جمال میں اپنی سب ہمجولیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ زیور و لباس سے آراستہ تھی شیخ کی اُس سے آنکھیں چار ہوتے ہی حالت دِگرگوں ہونے لگی چہرہ بدلنے لگا۔ اس انتشار طبع کی حالت میں شیخ اس کی ہمجولیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا یہ کس کی لڑکی ہے؟

لڑکیاں: یہ اس بستی کے سردار کی لڑکی ہے۔

شیخ: پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کوئیں سے پانی خود بھرتی ہے کیا وہ اس کے لیے کوئی نوکر نہیں رکھ سکتا جو اس کی خدمت کرے۔

لڑکیاں: کیوں نہیں مگر اس کا باپ

ایک نہایت عقیل و فہیم آدمی ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے مال و متاع، حشم و خدم پر غرہ نہ ہو کر کہیں اپنے فطری اخلاق خراب کر بیٹھے اور نکاح کے بعد اپنے شوہر کے ہاں جاکر اس کی خدمت میں قصور نہ کرے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گیا اور تین دن کامل اس پر گذر گئے کہ نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ کسی سے کلام کرتے ہیں البتہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو نماز ادا کر لیتے ہیں۔ مریدین اور تلامذہ کی کثیر التعداد جماعت ان کے ساتھ ہے لیکن سخت ضیق تنگی میں ہیں کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن میں نے یہ حالت دیکھ کر پیش قدمی کی اور عرض کیا اے شیخ! آپ کے مریدین آپکے اس مستمر سکوت سے متعجب ہیں اور پریشان ہیں کچھ تو فرمائیے۔

شیخ: (قوم کی طرف متوجہ ہو کر) میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں گا۔ پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت میرے اوپر اتنی غالب آچکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں۔

حضرت شبلیؒ: اے ہمارے سردار آپ اہل عراق کے پیر و مرشد علم و فضل اور عبادات میں شہرۂ آفاق ہیں آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ: میرے عزیز! میرا اور تمہارا نصیب تقدیر خداوندی ہو چکی ہے۔ مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامت اٹھالی گئی ہے۔ یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا اور کہا اے میری قوم! قضاء و قدر نافذ ہو چکی ہے۔ اب کام میرے بس کا نہیں ہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں۔ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کر دیا۔ شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے امڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی۔

اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے۔ لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر شیخ کی زیارت کیلئے شہر سے باہر آئے اور شیخ کو ہمارے ساتھ نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا ہم نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا۔ شیخ کے مریدوں میں کثیر التعداد جماعت اسی غم و حسرت میں اسی وقت عالم آخرت کو سدھار گئی اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے —— کہ اے مقلب القلوب! شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے۔ ایک سال کے بعد جب مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کا ارادہ کیا اور اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا۔

گاؤں والے: وہ جنگل میں سؤر چرا رہا ہے۔

ہم: خدا کی پناہ! یہ کیا ہوا؟

گاؤں والے: اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی اور اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کر لیا کہ وہ جنگل میں سؤر چرایا کرے۔

ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹے

اعتذار

حضرت صاحبزادہ گرامی قدر مولانا سید محمد اسعد صاحب کے دورہ اور معمولات کی جو رپورٹ گذشتہ شمارہ میں چھپی ہے اس میں لاہور کے معروف طبیب اور دارالعلوم دیوبند کے قدیم فاضل جناب حکیم نیر واسطی صاحب کے یہاں تشریف لے جانے کا ذکر رہ گیا۔ حضرت موصوف ۱۷ر جولائی کو قبل از دوپہر حکیم صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اور کسی قدر وہاں قیام فرمایا۔ اور مختلف امور پر حکیم صاحب سے باہمی دلچسپی کے مسائل پر گفتگو کی۔

(ادارہ)

لگے۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں
کا طوفان امڈنے لگا۔ بمشکل دل تھام
کر اس جنگل میں پہنچے جہاں شیخ سؤر
چرا رہا تھا۔ دیکھا کہ شیخ کے سر
پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر کے
ساتھ زنار باندھی ہوئی ہے اور اس
عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں
کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ
اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے
تھے۔ جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی
کا کام کیا۔ شیخ نے ہمیں اپنی طرف
آتے ہوئے دیکھ کر سر جھکا لیا ہم
نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔

شیخ: (کسی قدر دبی ہوئی زبان
میں) وعلیکم السلام

شبلیؒ: اے شیخ! اس علم و فضل
اور حدیث و تفسیر کے ہوتے ہوئے
تمہارا آج یہ کیا حال ہے۔

شیخ: میرے بھائیو! میں اپنے
اختیار میں نہیں ہوں۔ میرے
مولانے جیسا چاہا مجھے ویسا
کر دیا۔ اس قدر مقرب
بنانے کے بعد جب چاہا
دروازہ سے دور پھینک
دیا۔ اور اس کی قضاء
کو کون ٹالنے والا ہے
اے عزیزو! خدائے بے نیاز
کے قہر و غضب سے ڈرو
اپنے علم و فضل پر مغرور
نہ ہو۔ اس کے بعد آسمان
کی طرف نظر اٹھا کر کہا
اے میرے مولیٰ! میرا گمان تو
تیرے بارے میں ایسا نہ تھا
کہ تو مجھ کو ذلیل و خوار کر کے
اپنے دروازے سے نکال دے گا
یہ کہہ کر خدائے پاک سے استغاثہ
کرنا اور رونا شروع کر دیا۔

میرے والدؒ صاحب اس قصہ کو
سناتے وقت یہ شعر بھی شیخ کی طرف
سے پڑھا کرتے تھے ۔

بے نیازی ہے تیری اے کبریا!
مجھ غریب و خستہ کو کیا کیا کیا

(غالباً یہ کسی عربی شعر کا ترجمہ
ہے۔ اردو دان شاعر نے یہ ترجمہ
کیا ہوگا)

پھر شیخ نے آواز دے کر کہا
اے شبلیؒ! اپنے غیر کو دیکھ کر
عبرت حاصل کر (حدیث شریف
میں ہے السعید من وعظ بغیرہ)
یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں
کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے)

شبلیؒ: (رونے کی وجہ سے لکنت
کرتی ہوئی آواز سے نہایت
دردناک لہجہ میں) اے ہمارے
پروردگار! ہم تجھ سے ہی
مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ
ہی سے استغاثہ کرتے ہیں۔ ہر
کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ
ہے۔ ہم سے یہ مصیبت دور
کر دے۔ تیرے سوا کوئی دفع
کرنے والا نہیں ہے۔

خنزیر ان کا رونا اور دردناک
آواز سن کر سب کے سب وہیں
جمع ہو گئے اور زمین پر مرغِ بسمل
کی طرح لوٹنا، تڑپنا اور چلانا شروع
کر دیا۔ اس زور سے چیخے کہ ان
کی آواز سے سارے جنگل اور پہاڑ
گونج اٹھے۔ یہ میدان میدانِ حشر
کا نمونہ بن گیا۔ ادھر شیخ حسرت
کے عالم میں زار و زار رو رہے تھے۔

حضرت شبلی: شیخ! آپ تو حافظِ
قرآن تھے، قرآن کو ساتوں قرات
سے پڑھتے تھے اب بھی اس کی
کوئی آیت یاد ہے؟

شیخ: اے عزیز! مجھے قرآن کی
دو آیات کے سوا کچھ یاد نہیں۔

شبلی: وہ دو آیتیں کون سی ہیں؟

شیخ: ایک تو یہ ہے وَمَنْ يُّهِنِ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (ترجمہ)
جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرتا ہے
اسے کوئی عزت دینے والا نہیں
بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے
کرتا ہے۔

اور دوسری یہ ہے وَمَنْ
يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ
ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ۔ (ترجمہ) جس
نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا
تحقیق وہ سیدھے راہ سے گمراہ
ہو گیا۔

شبلی: اے شیخ! آپ کو تیس ہزار
حدیثیں یاد تھیں مع اسناد کے
بر زبان تھیں۔ اب ان میں
سے کوئی یاد ہے؟

شیخ: صرف ایک حدیث یاد ہے
یعنی مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ
(ترجمہ: جو شخص اپنا دین بدل ڈالے
اس کو قتل کر ڈالو)

شبلی: ہم یہ دیکھ کر بقصد حسرت و
یاس شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس
ہوئے۔ بغداد کا قصد کیا۔ ابھی
ایک منزل طے کرنے پائے تھے
کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو

اپنے آگے پایا کہ نہر سے غسل کرکے نکل رہے ہیں اور بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے جاتے تھے اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو ہماری مصیبت اور حسرت و یاس کا اندازہ ہو۔

شیخ: (قریب پہنچ کر) مجھے کپڑا دو اور کپڑا لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی۔ ہم منتظر ہیں کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سنیں۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

ہم: ہم اس خدائے علیم و قدیر کا ہزار ہزار شکر کرتے ہیں جس نے آپ کو ہم سے ملایا ہے ہماری جماعت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد پھر درست فرما دیا۔ مگر ذرا بیان تو فرمائیے کہ اس انکار شدید کے بعد آپ کا آنا کیسے ہوا؟

شیخ: میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے تو میں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ یا پروردگار! مجھے اس جنجال سے نجات دے میں تیرا خطا کار بندہ ہوں اس سمیع الدعا نے باایں ہمہ میری آواز سن لی اور میرے سارے گناہ محو کر دیے۔

ہم۔ کیا آپ کے اس ابتلاء (آزمائش) کا کوئی سبب تھا؟

شیخ: ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گزر ہوا، آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبّر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحّد ہیں یہ کمبخت کیسے جاہل و احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ مجھے اس وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان و توحید تمہارا ذاتی کمال نہیں یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو، جو ان کو حقیر سمجھتے ہو۔ اگر تم چاہو تو تمہیں بھی ابھی بتلا دیں اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک جانور میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے، جو درحقیقت ایمان تھا۔

شبلی: اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا۔ سب مریدین شیخ کی زیارت اور دوبارہ قبول اسلام سے خوشیاں منا رہے تھے۔ خانقاہیں اور حجرے کھول دیے گئے۔ بادشاہ وقت شیخ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ اور کچھ ہدایا پیش کیے۔ شیخ پھر اپنے قدیم مشغلے میں مشغول ہو گئے۔ اور پھر وہی حدیث و تفسیر، وعظ و تذکیر، تعلیم و تربیت کا دور شروع ہو گیا۔ خداوندِ عالم نے شیخ کو بھولا ہوا علم بھی عطا فرما دیا۔ بلکہ اب نسبتاً پہلے سے ہر علم و فن میں ترقی دی۔ تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار۔ اور اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی۔ ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک کسی شخص نے حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا کھڑا ہے۔

میں: آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ اور کیا مقصود ہے؟

آنے والا: اپنے شیخ سے کہہ دو۔ وہ لڑکی جس کو فلاں گاؤں میں (اس گاؤں کا نام لے کر کہا) چھوڑ کر آئے تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ سچ ہے جب کوئی خدا کا ہو جاتا ہے تو

سارا جہاں اس کا ہو جاتا ہے اور جب اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے تو سارا جہاں اور ہر چیز اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔ ع

"چوں ازو گشتی ہمہ چیز از تو گشت"

میں شیخ کے پاس گیا۔ اور واقعہ بیان کیا تو شیخ سنتے ہی زرد ہو گئے اور خوف سے کانپنے لگے۔ اس کے بعد اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔ لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زار زار رو رہی ہے۔ شدتِ گریہ دَم لینے کی اجازت نہیں دیتی کہ کچھ کلام کرے۔

شیخ: (لڑکی سے) تمہارا یہاں آنا کیسے ہوا اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا؟

لڑکی: اے میرے سردار! جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے مجھے خبر ملی تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی اس کو کچھ میرا دل ہی جانتا ہے نہ بھوک رہی نہ پیاس، نیند تو کہاں آتی۔ میں رات بھر اسی اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی اور اسی وقت مجھے غنودگی سی غالب ہوئی اور اس غنودگی میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا۔ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔ میں نے عالم خواب میں اس شخص کو خطاب کر کے پوچھا۔ شیخ کا دین کیا ہے؟

وہ شخص: اس کا دین اسلام ہے

میں: اسلام کیا ہے؟

وہ شخص: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول اور پیغمبر ہیں۔

میں: اچھا میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں؟

وہ شخص: ذرا آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔

میں نے دے دیا پھر وہ شخص تھوڑی دور چلنے کے بعد بولا بس آنکھیں کھول دو۔ میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے آپ کو دریائے دجلہ کے (جو بغداد کے نیچے ہے) کنارے پایا۔ اب میں متحیر ہوں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اس شخص نے آپ کے حجرہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ شیخ کا حجرہ ہے وہاں چلی جاؤ اور شیخ سے کہہ دو آپ کا بھائی خضر (علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں اس شخص کے اشارہ کے مطابق یہاں پہنچ گئی اور آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ نے اس کو مسلمان کر کے اپنے پڑوس میں ایک حجرہ میں ٹھہرایا۔ کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔ لڑکی عبادت میں مشغول ہو گئی اور زہد و عبادت میں اپنے اکثر اقران سے سبقت لے گئی۔ دن بھر روزہ رکھتی رات بھر اپنے مالک بے نیاز کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی۔ محنت سے بدن ڈھل گیا۔ ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر اسی میں مریض ہو گئی۔ اور مرض اتنا ممتد ہوا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اور اب اس مسافر آخرت کے دل میں اس کے سوا کوئی حسرت باقی نہیں کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لے۔ کیونکہ یہ جب سے اس حجرہ میں مقیم ہے نہ شیخ نے اس کو دیکھا اور نہ ہی یہ شیخ کی زیارت کر سکی جس سے آپ چند گھڑی کے مہمان کی حسرت و یاس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ آخر شیخ کو کہلا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ میرے پاس ہو جائیں۔

شیخ یہ سن کر فوراً تشریف لائے۔ جاں بلب لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی طرف دیکھنا چاہتی ہے مگر آنسو ہیں کہ نہیں تھمتے ڈبڈبائی آنکھیں اسے ایک نظر بھر کر دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں۔ آنسوؤں کا ایک تار بندھا ہوا ہے مگر ضعف سے بولنے کی اجازت

نہیں - لیکن اس کی زبان بے زبانی
یہ کہہ رہی ہے ؎

دم آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر
سدا پھر دیدۂ تر کرتے رہنا اشک افشانی

آخر لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اتنا کہا - السلام علیکم -

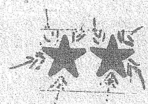
شیخ : (شفقت آمیز آواز سے) تم گھبراؤ نہیں - انشاء اللہ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونے والی ہے -

لڑکی شیخ کے ناصحانہ کلمات سے متاثر ہو کر خاموش ہو گئی - اب یہ خاموشی ممتد ہوئی کہ یہ مہر سکوت صبح قیامت سے پہلے نہ ٹوٹے گی اس پر کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ مسافر آخرت نے اس دار فانی کو خیر باد کہا -

شیخ اس کی وفات پر آبدیدہ ہیں مگر ان کی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زیادہ نہیں رہی - حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے - چند ہی یوم بعد (حضرت) شیخ اس عالم فانی سے رخصت ہوئے - کچھ دنوں بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ جنت کے ایک ایسے پُرفضا باغ میں مقیم ہیں اور ستر حوروں سے شیخ کا نکاح ہوا جن میں پہلی عورت جس سے نکاح ہوا یہی وہ لڑکی ہے - اور اب ابدالآباد جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش و خرم ہیں -

(الاکابر کا سلوک ص ۶۷)

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم -



رمضان المبارک جسم اور روح کے لیے باعث خیر و برکت ہے

حکیم محمد سعید

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک و تعالٰی نے کھانے پینے کی کھلی آزادی عطا فرمائی ہے اور یہ آزادی اس لیے ہے کہ اکل و شرب کھانا پینا انسان کی فطرت ہے اور اس فطرت پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ جب تک فطری تقاضے حدود میں ہیں اور قناعت کا ان میں حسن ہے۔ وہ ہمہ پہلو آزاد ہیں اور اس لیے ان کو یہ کھلی چھٹی ملی ہے کہ اس زمین کا یہ نظام ہے کہ یہ انسان کی ضروریات کی کفیل ہے۔ انسان اگر اس عقل سے کام لیتا ہے کہ جو اس کو عطا ہوئی ہے اور جس نے اس کو اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کیا ہے تو اس کرۂ زمین پر اس کے اکل و شرب اور اس کی حیات کے سارے سامان موجود ہیں اور وہ عقل کا صحیح استعمال کر سکتا ہے اور فکری جدو جہد کو بروئے کار لا سکتا ہے تو قدرت اس درجہ فیاض ہے کہ وہ اپنے نائب کو تکلیف میں نہیں ڈال سکتی۔

لیکن انسان کی زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض سے غافل اور اپنے نفسانی تقاضوں سے عاجز ہو جاتا ہے۔ فرائض سے غفلت کی ہزار صورتیں ہیں مگر ایک مسلمان کی حیثیت سے جو بنیادی فرائض عبادت و ریاضت کے لیے جد و جہد، تنازع للبقاء اور مظاہرۂ اخلاق و شرافت کے لئے انسان پر عائد ہوتے ہیں ان سے انسان اور مسلمان غافل ہو جائے تو زندگی کا سکون اور حیات کی طمانیت اور نفس کی اہمیت اس سے چھن جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زندگی کی محنتیں اور کاوشیں سامانِ تسکینِ حیات ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی معیشت قیام و بقا کی جدو جہد اور کشاکش کا نام ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر اس کا ہر گوشہ طرح طرح کی محنتوں اور کاوشوں سے گھرا ہوا ہے۔ اور بہ حیثیت مجموعی زندگی اضطراری ذمہ داریوں کا بوجھ اور مسلسل مشقتوں کی آزمائش ہے۔

قرآن کریم میں ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد۔

"بلا شبہ ہم نے انسان کو اس طرح بنایا ہے کہ اس کی زندگی مشقتوں سے گھری ہوتی ہے"۔

جو لوگ حرکت میں رہتے ہیں وہ برکت پاتے ہیں۔ جو انسان جد و جہد اور سعی مسلسل اور کاوش پیہم کو مشعل راہ بنا لیتے ہیں اس دنیا کی فراوانیاں ان کا مقدر ہو جاتی ہیں اور اس کا مقصود اللہ اور اس کی محبت ہوتا ہے تو انسانی عظمت انتہاؤں کو چھو لیتی ہے جو لوگ تنازع للبقاء کے قائل ہوتے ہیں۔ اکل و شرب کے سارے دروازے ان پر کھل جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سرزمین پاک بنجر ہے۔ یہ غلط ہے واقعہ تو یہ ہے کہ ہم نے اس راہ میں غفلت اور کم ہمتی کو راہ دی ہے اور جد و جہد کے وصف سے صرف کیا ہے۔ اس پاکستان میں لاکھوکھا ایکڑ زمین آج بھی ہماری توجہ کی محتاج ہے جس پر محنت کر کے ہم اپنی غذائی ضروریات میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ زرعی انقلاب یہ نہیں ہے کہ انسان کو انسان سے متصادم کر دیا جائے۔ زرعی انقلاب کی تعریف صرف یہ ہو سکتی ہے کہ انسانی مساوات کی طاقتوں کے ساتھ ہم اپنی زمین کا سینہ چیر کر خوشہ گندم پیدا کریں کہ جس سے ہماری پرواز میں کوئی کوتاہی نہ آئے اور جو ہمارے لیے رزق حلال ہو۔

میں نے آج قلم اس لیے اٹھایا تھا کہ میں رمضان اور صحت کے موضوع پر چند ارشادات بیان کروں مگر بات رزقِ حلال تک چلی گئی۔ کوئی بات نہیں ہے۔ رمضان کے مقدس و متبرک مہینے میں اگر ہم رزقِ حلال کا سامان کر لیں تو ہماری تربیت کا سامان مزید ہو جائے گا۔ اب میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ پر آپ کی توجہ منعطف کراتا ہوں۔

فلینظر الانسان الیٰ طعامہ ۝
انا صببنا الماء صبا ۝ ثم شققنا الارض شقا ۝ فانبتنا فیھا حبا ۝ وعنبا وقضبا ۝ وزیتونا ونخلا ۝ وحدائق غلبا ۝ وفاکھۃ وابا ۝ متاعا لکم ولانعامکم ۝ (۸۰: ۲۴-۳۲)

ترجمہ: انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے (جو شب و روز اس کے استعمال میں آتی رہتی ہے) ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں۔ پھر اس کی روئیدگی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، کھجور کے خوشے، سبزی، ترکاری، زیتون کا تیل، درختوں کے جھنڈ، قسم قسم کے میوے، طرح طرح کا چارہ، اور یہ سب کچھ کس لیے؟ تمہارے فائدے کے لیے اور تمہاری جانوں کے لیے۔"

قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ ایک دعوتِ فکر ہے۔ انسان کتنا ہی غافل ہو جائے اور وہ کتنا ہی اعتراض کرے لیکن دلائل حقیقت کی وسعت اور ہمہ گیری کا یہ حال ہے، کہ کسی حال میں اس سے اوجھل نہیں ہو سکتیں۔ ایک انسان تمام دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر لے۔ لیکن بہرحال اپنی شب و روز کی غذا کی طرف سے تو آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ جو غذا اس کے سامنے دھری ہے اس پر نظر ڈالیے یہ کیا ہے؟ گیہوں کا ایک دانہ ہے۔ اچھا اس کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیجئے اور اس کو پیدائش سے لے کر اس کی پختگی اور تکمیل تک کے تمام احوال و ظروف پر غور کرو۔ کیا یہ حقیر سا ایک دانہ بھی وجود میں آ سکتا تھا۔ اگر تمام کارخانہ ہستی ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ اس کی بناوٹ میں سرگرم نہ رہتا۔ اس دانے کو کس نے پیدا کیا؟ کیوں پیدا کیا؟

اچھا اب یہاں سے گریز کرتے ہیں اور شیخ سعدی کے ایک شعر پہ غور کرتے ہیں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

میری گفتگو میں نکتہ یہ ہے کہ اس خوشہ گندم کو پیدا کرنے میں کیا کیا عوامل کارفرما ہیں اگر ہم روٹی کا ٹکڑا توڑیں تو ہم کسی غفلت کا شکار نہ ہوں۔ حتیٰ کہ ہم رمضان مبارک میں بھی کسی غفلت کو راہ نہ دیں۔

روزہ ایک عبادت ہے اور فرض ہے۔ اس کے جسمانی اور روحانی فائدے مسلّم ہیں میرے نزدیک منجملہ دیگر فوائد و برکات کے روزے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ انسان جو ہر قسم کی نعمتوں سے بہرہ ور ہے اور ان کے کھانے پینے پر قدرت رکھتا ہے اور حسب حکم خداوندی جب کھانے پینے سے ہاتھ کھینچتا ہے اور خود کو اکل و شرب سے محروم کرتا ہے اور اس میں جب محرومی کا احساس کرتا ہے تو اس کو ضرور ان لوگوں کا خیال آنا چاہیے کہ جو اپنی بے بضاعتی کی بناء پر اشیاء خورد و نوش سے مجبوراً محروم رہتے ہیں ان کو اس بھوک کا احساس ہونا چاہیے کہ جو ایک نادار کی قسمت ہو جاتی ہے اور اس پیاس کا ادراک ہونا چاہیے کہ جو کش کش

حیات اور اصول و فرائض کی بناء پر اختیار کی جاتی ہے اگر ایک روزے دار کی روح روزے کی اس ایک رُوح و غایت سے آگاہ اور واقف نہیں ہوتی ہے تو میری رائے میں اس کے احساس و ادراک کی قوتوں کو بیدار ہونا چاہیئے۔

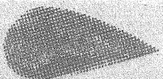
جب آپ روزہ رکھتے ہیں تو خالق کائنات کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ طلوعِ سحر تا غروب آفتاب آپ خود پر جو پابندی عائد کرتے ہیں اور اس پابندی کو توڑتے نہیں ہیں تو آپ خود جانتے ہیں کہ اس کا جاننے والا صرف اللہ ہے۔ اور اس یقین کے ساتھ آپ تعمیل ارشاد کرتے ہیں۔ اطاعت کی یہ تربیت بھی روزے کا عنوان ہے۔ وہی قادر مطلق جس کے حکم کی آپ تعمیل کرتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں آپ کو کھانے پینے کی پوری آزادی دیتا ہے مگر ایک حد کے ساتھ کہ اسراف نہ کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اتنا نہ کھائیں کہ وہ ایک طرف اسراف کی تعریف میں آ جائے اور دوسری طرف ہمارے جسم اور ہماری روح کے لیے سبب علالت بن جائے۔ ہم جب بھی ضرورت سے زیادہ کھائیں گے ہمارا جسم اور اس کا نظام اسے قبول نہیں کرے گا۔ اور وہ ضائع ہوگا۔

رمضان میں قدرت کی نعمتوں سے بے حساب متمتع ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ نہ صرف اپنے اقتصادی نظام کو متاثر کرلیں بلکہ اپنے لیے اکل و شرب کا زائد ضرورت و حیثیت سامان کر کے اپنے لیے نئے مسائل پیدا کرلیں وہ لوگ جو بے حساب نعمتوں سے بے حساب متمتع ہونے کے اہل ہیں ان کو اپنے پڑوس اور اپنے معاشرے کو ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ کوئی فاقہ تو نہیں کر رہا ہے۔ میری رائے میں رمضان شریف میں افطار و سحر کا جو انتظام و انتظامات لوگ کرتے ہیں وہ اس ماہ مبارک کی روح اور سپرٹ کے خلاف ہیں۔ کھانے پینے میں تنوعات کثیرہ نقصان دہ ہیں۔ افطار میں عموماً جتنا کم کھا لیتے ہیں اور رات کے کھانے سے جو شکم پوری کر لیتے ہیں اور پھر صبح سحری میں جو لوازمات ہم کرتے ہیں وہ ایک کھانے پر دوسرے کی تعریف میں آتے ہیں اور قطعی طور پر ہماری جسمانی ضرورت و حاجت سے زیادہ ہیں۔ ہمیں ان کا حساب کرنا چاہیے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا میں ہر چیز جتنی زیادہ حقیقت سے قریب ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ سہل اور دل نشین اور قابل لحاظ و عمل ہوتی ہے اور خود فطرت کا یہ حال ہے کہ وہ کسی گوشے میں بھی الجھی ہوئی نہیں ہے۔ الجھاؤ جس قدر پیدا ہوتا ہے بناوٹ اور تکلف سے پیدا ہوتا ہے۔

میں ذاتی طور پر رمضان المبارک میں گذشتہ ۳۵ سال سے افطار کے وقت مروجہ افطاری یعنی دہی بڑے دال، سموسے، پھلکیاں، چٹنیاں، قلمی بڑے، آلو کچالو وغیرہ کچھ نہیں کھاتا ہوں۔ میرا معمول یہ ہے کہ میں کھجور سے روزہ افطار کرتا ہوں۔ اور اگر ممکن ہوتا ہے تو لیموں یا کسی پھل کا ذرا سا رس پی لیتا ہوں یا کوئی اچھا شربت پی لیتا ہوں۔ نماز مغرب سے فارغ ہو کر ناشتہ کر لیتا ہوں۔ یعنی ایک گلاس دودھ، ذرا سی ڈبل روٹی بغیر مکھن کے، گاہے انڈا اور بس۔ سحری میں معمولی سادہ کھانا کھاتا ہوں۔ گھی کی روٹی اور چاول رمضان المبارک میں ترک کر دیتا ہوں۔ میں اس معمول پر ۳۵-۳۶ سال سے کاربند ہوں اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ شاید میں غلطی نہیں کروں گا اگر سب کو ایسا ہی کرنے کا مشورہ دوں۔ یقین کرنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے برعکس اس میں جسم اور روح دونوں کا فائدہ ہے۔

آج جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ روزہ خون کی چربی یعنی کیسٹرول کو ضائع کرتا ہے۔ یہ وہی خون کا کیسٹرول ہے کہ جو دل کی بیماریوں کا سب سے بڑا سبب ہے۔ آج کی دنیا میں اس سائنسی انکشاف کے لحاظ سے بھی روزہ ایک برکت ہے۔ جو بات آج سائنس کو معلوم ہوتی ہے اس کا ادراک ذات ختم المرسلین کو تھا اور ضرور تھا اسی لیے آنحضور ؐ نے روزہ کے جسم و روح کے لیے باعثِ خیر و برکت قرار دیا ہے۔



خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

بشارتیں

قرآن حکیم میں خالق کائنات فرماتا ہے :-

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (آل عمران آیت ۸۱)

ترجمہ : اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہارے ساتھ تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور ضرور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ اور عہد لینے کے بعد پوچھا کہ تم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا تم اس عہد کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

مفسرین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ یہ عمومی قاعدہ خصوصی طور پر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضع کیا گیا۔ چنانچہ شبیر احمد عثمانی" لکھتے ہیں :

"محشر میں شفاعت کبریٰ کے لیے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت کرانا حضور کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا :-

"اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اطاعت کے سوا چارہ نہ ہوتا۔" اور فرمایا کہ "جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ بھی قرآن و سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔"

اللہ تعالےٰ نے آپ کے ورود مسعود کے بارے میں ہر نبی کو بتا دیا تھا اور یہ بات ان کے صحیفوں میں بھی لکھ دی تھی چنانچہ سورۃ الشعراء میں فرماتے ہیں :

وانه لفی زبر الاولین ۔

ترجمہ : "اور وہ بیشک پہلوں کے صحیفوں میں موجود ہے۔"

حضرت داؤد کی بشارت

حضرت داؤد نے دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کُل کے متعلق یوں بشارت دی :-

"خداوند ابد تک تخت نشین ہے۔ اس نے عدالت کے لیے اپنی مسند تیار کی ہے اور وہ صداقت سے جہان کا انصاف کرے گا اور راستی سے قوموں کی عدالت کریگا خداوند مظلوموں کے لیے محکم مکان ہے اور مصیبت کے وقت میں پناہ گاہ ہے۔"

(زبور)

اس پیش گوئی سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند ابد تک تخت نشین ہے سے مراد حضور اکرم کی ذات گرامی ہے جن کے بعد قطعاً کوئی بھی نہیں آئے گا اور ان کا

دین ہی عالمِ آب و گِل میں لائقِ تقلید رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کا اسی طرف اشارہ ہے۔

جناب داؤد علیہ السلام کی بشارت میں آپ کی خصوصی خوبی صداقت کا خاص طور پر ذکر ہے اور یہ بات تمام دنیا جانتی ہے کہ آپ کے خون کے پیاسے، کفارِ مکہ بھی آپ کو صدیق و امین کہہ کر پکارتے تھے۔ اور عدالت سے مراد آپؐ نے عدل کا ایک ایسا معیار قائم کیا جو آپؐ سے قبل کسی نبی کے ہاں موجود نہیں تھا۔ مظلوموں کے لیے محکم مکان کا مطلب اور مصیبت کے وقت پناہ گاہ کا مفہوم مولانا حالی نے یوں بیان کیا۔

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

حضرت سلیمانؑ کی بشارت

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی اپنی ایک غزل میں رسول مقبولؐ کے حسن کی تعریف اور اپنے عشق کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"میرا دوست نورانی گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے ۔ ۔ ۔ اس کے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں، جن سے خوشبو آتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُس کی پنڈلیاں جیسے سنگِ موسیٰ کے ستون ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا چہرہ مانند ماہتاب کے ۔ ۔ ۔ جوان مانند صنوبر کے ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا گلا نہایت شیریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ بالکل محمدؐ یعنی تعریف کیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیو یروشلم کی"

(کتاب غزل الغزلات سلیمان باب ۵)

حضرت یسعیاہؑ کی بشارت

حضرت یسعیاہؑ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے، اے ددانیوں کے قافلو! پانی کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو، کیوں کہ وہ ہزاروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے۔"

(یسعیاہ ۲۱: ۱۳-۱۵)

حضرت یحییٰؑ کی بشارت

حضرت یحییٰ علیہ السلام جنہیں انجیل یوحنا کے نام سے یاد کرتی ہے حضرت عیسیٰؑ کے ہم عصر تھے۔ آپ کی مبارک آمد اور عظمت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"اور وہ منادی کرتا تھا کہ میرے پیچھے ایک مجھ سے زور آور آتا ہے اور میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا پر وہ تمہیں روح قدس سے بپتسمہ دے گا۔" (مرقس ۱: ۷، ۸)

حضرت ہجی کی بشارت

حضرت ہجی علیہ السلام احمدِ مختارؐ کی بعثت کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"سب قوموں کو ہلا دونگا
اور حمد سب قوموں کا آویگا
اور گھر کو بزرگی سے بھر دیگا
کہا خداوند خلائق نے"

(کتاب ہجی باب ۲ آیت ۷)

سرسید اپنی کتاب خطباتِ احمدیہ میں اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:-

"اس آیت میں لفظ احمدؐ جو آیا ہے اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بشارت نکلتی ہے۔"

ریورنڈ مسٹر پارک برٹس "حمد" کے مادہ کے بارے میں مزید رقمطراز ہیں:-



دعاءِ صحت

جمعیۃ علماء اسلام ضلع سیالکوٹ کے راہنما اور شعلہ بیان مقرر جناب علامہ حافظ منظور احمد صاحب منظور ۳ ماہ سے مسلسل بیمار چلے آرہے ہیں۔ تمام دوستوں بزرگوں سے دعاءِ صحت کی اپیل ہے

محمد انذر قاسمی، سیالکوٹ

"ہر قسم کی پاک چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس مادہ سے محمد اور احمد اور حامد اور محمود ہمارے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام نکلے ہیں۔ اور اس بشارت میں لفظ حمدت کہہ کہنے سے صاف اشارہ ہے کہ جس شخص کے مبعوث ہونے کی اس میں بشارت ہے وہ ایسا شخص ہے کہ اس کا نام حمدت مادہ سے مشتق ہے اور وہ نہیں سوائے محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔"

حضرت اشعیاہ کی بشارت

حضرت اشعیاہ فرماتے ہیں:

"اور ایک جوڑی سوار دیکھی۔ ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا۔ اور خوب متوجہ ہوا۔"

(کتاب اشعیاہ باب ۲۱۔ آیت ۷)

ان میں ایک سوار گدھے کا سے مراد جناب عیسیٰؑ ہیں اور ایک سوار اونٹ کا سے مراد سیّدِ مکی، مدنی عربیؐ ہیں۔ حضرت عیسیٰ جب یروشلم میں داخل ہوئے تو گدھے پر سوار تھے اور سرورِ کائنات فتح مکہ کے موقع پر اونٹ پر سواری فرمائے ہوئے تھے۔

حضرت حبقوق کی بشارت

"اور کہا خدا سینا سے نکلا اور شعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ساتھ ملائکہ کے آیا۔"

(کتابِ حبقوق باب ۳ آیت ۱۳)

حضرت موسیٰؑ کی بشارت

جناب موسیٰؑ دس ہزار قدوسیوں والی پیشین گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک شریعت ان کے لیے تھی۔" (استثنا ۲۱۳۳)

سید البشرؐ کا مصنف اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"سینا سے آنا حضرت موسیٰؑ کا ظہور ہے جو سینا پر نکلا۔ سعیر سے جس کے پاس بیتِ لحم اور ناصرہ ہے مسیحؑ ظاہر ہوا۔

وہ کون سا فاران ہے جس میں سے خدا ظاہر ہوا جہاں سے مسیحؑ کے بعد رسول نکلا اس پر روشن شریعت نازل ہوتی۔ وہ کون سا دین ہے جو فاران سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گیا۔ وہ مکہ کی وادیٔ غیر ذی ذرع ہے۔ جہاں ایک اُمّی نبی کی آخری مقدس شریعت نازل ہوئی اور تمام دنیا میں پھیل گئی۔"

حضرت عیسیٰؑ کی بشارت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپؐ کی نبوت کی بشارت لفظ فارقلیط سے دیتے ہوئے کہا:

"میں باپ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔"

لفظ فارقلیط پر مغربی اور مشرقی علماء نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ سیل قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے حاشیے میں لکھتا ہے:۔

"عبرانی لفظ فارقلیط کے معنی احمد کے ہیں۔"

فارقلیط کا یونانی ترجمہ پیرا کلیٹوس بنتا ہے۔

بہرحال انجیل نے واضح کر دیا کہ فارقلیط (احمد) آنے والا ہے جس کا دین ہمیشہ رہے گا۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو یہ بات بتلا دی کہ اس پر ایمان لانا بہت ضروری ہے۔

غیر الہامی مذاہب کی پیشین گوئیاں

یہ عجب اتفاق ہے کہ تاجدارِ مدینہؐ کے بارے میں غیر الہامی مذاہب کی کتابوں میں بھی پیش گوئیاں ملتی ہیں۔ یہ بات یا تو خود خدائے سمیعؑ بصیر نے اُن مذاہب کے بانیوں کے دلوں پر القا کر دی تھی یا وہ اپنی تعلیمات میں کمی محسوس کرتے

ہوئے اپنے فہم و ادراک سے یہ جان گئے تھے کہ ان کے بعد ایک عظیم انسان کا ظہور ہونے والا ہے جس کا نظامِ شریعت، تمام شعبہ ہائے حیات کے لیے مشعلِ راہ ہوگا۔ ہادیٔ برحقؐ کے بارے میں یہ پیشین گوئیاں ہندو مت اور مذہب زرتشت کی کتابوں میں یوں مرقوم ہیں۔

ہندو مت کی پیشین گوئیاں

اتھروید لکھنے والا رشی کہتا ہے

"اے لوگو! یہ احترام سے سنو، لوگوں میں تعریف والا انسان تعریف کیا جائے گا۔ اے زمین پر خوش خرامی کرنے والے بادشاہ! ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کو اکھاڑ پھینکنے والے بہادروں میں ہم پاتے ہیں"

(اتھروید کانڈہ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر [illegible])

سام وید آپ کے متعلق یوں پیشین گوئی کرتی ہے:

"احمدؐ نے اپنے رب سے پرحکمت شریعت کو حاصل کیا۔ میں سورج کے مانند اس سے روشن ہو رہا ہوں"

(سام وید پرپاٹھک ۲ کھنڈ ۶ کا منتر ۸)

سام وید کا مصنف اوتار اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ احمدؐ حکمت سے بھری ہوئی شریعت لے کر آئیں گے — اور پھر وہ مزید اقرار کرتا ہے۔ کہ وہ نبیؐ سورج کی طرح ہے اور میں روحانی طور پر اس کی ہدایت کے نور سے روشنی حاصل کر رہا ہوں۔

مذہب زرتشت کی پیشین گوئی

پارسیوں کی کتاب ژندواستا میں صاحبِ معراجؐ کے ظہور کی پیشین گوئی ان الفاظ میں موجود ہے:

"اس کا نام فاتح مہربان اور اس کا نام نام "استوت ارتیا" (تعریف کیا گیا، محمدؐ) ہوگا۔ وہ رحمت کا مجسمہ ہوگا کیونکہ وہ تمام جہان کے لیے رحمت ہوگا۔ وہ حاشر ہوگا، اس لیے کہ کامل انسان اور روحانی انسان ہونے کی وجہ سے وہ تمام لوگوں کی ہلاکت کے برخلاف مبعوث ہوگا۔ وہ مشرک لوگوں اور ایجاملا لوگوں کی بداعمالیوں کی اصلاح کرے گا — (یعنی مشرکین، بت پرست اور زرتشتی مذہب کے پیروؤں دونوں کی بدیوں کی اصلاح کرے گا۔"

(ژندواستا خوردہ دین یشت ۲۸ آیت ۲۹)

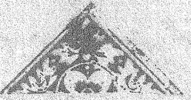
عالمِ رنگ و بو میں صرف اور صرف صاحبِ لولاک کی ذاتِ بابرکات ہی ایسی ہے جس پر یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق آتی ہے۔ آپ مہربان فاتح، فتح مکہ کے دن ظاہر ہوئے۔ جب آپؐ نے فرمایا۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ (آج کے دن تم پر کوئی گناہ نہیں) محمد آپ کا اسمِ گرامی تھا۔ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ تمام قوموں کو آپ کی طرف اکٹھا کیا جائے گا اور برائیوں کی اصلاح بھی آپؐ نے ایسی فرمائی کہ اس سے پہلے کوئی نبی یا رشی معاشرے کو برائیوں سے اس طرح پاک نہ کر سکا۔ جس طرح آپؐ نے کیا۔

ان تمام بشارتوں اور پیشین گوئیوں کے پیشِ نظر دنیا بھر کے تمام غیر مسلم انسانوں کو چاہیے۔ کہ وہ اپنی کتابوں کی بشارتوں پر عمل کریں اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

ترجمہ: جو اس کے بعد پھر جائیں گے وہ بدکردار ہیں۔

(آل عمران آیت ۸۲)



مسلمانوں کے لیے

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت

ایک روز مسجدِ نبوی میں ختم المرسلین، شاہِ کونین، رحمتِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ حضرت کعب بن عجرۃؓ کی روایت ہے کہ ہم لوگ تعمیلِ ارشاد میں منبر کے قریب ہو گئے تو حضورؐ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا "آمین"۔ جب دوسرے درجے پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا "آمین" جب تیسرے درجے پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا "آمین"۔ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہم نے آج (منبر پر چڑھتے ہوئے) آپ سے ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہ سُنی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب میں نے پہلے درجے پر قدم رکھا تو اُنھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا "آمین"۔ پھر جب دوسرے درجے پر چڑھا تو (جبرئیل) نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذِکر مبارک ہو اور وہ درُود نہ بھیجے۔ میں نے کہا "آمین"۔ جب میں تیسرے درجے پر چڑھا تو اُنھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنّت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا "آمین"۔"

یہ حدیث پاک کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ لیکن اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے ہر مسلمان کو اتنا احساس ہونا چاہیئے کہ یہ بد دُعا فرشتوں کے سردار اور ملائکہ کے قافلہ سالار حضرت جبرائیل آمین نے اللہ کے حکم سے دی ہے۔ جس کی تصدیق اس عظیم المرتبت ہستی نے فرمائی جو خیر البشر اور رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اور جن کے بارے میں یہ تصور تک نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی زبانِ مبارک سے کسی کے لیے بددعا کے الفاظ نکلیں۔ غالباً اسی وجہ سے تاریخِ عالم کی یہ سب سے بڑی بددعا اس لیے ہے کہ اس کا دائرہ اثر قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر محیط ہے اور یہ بد دعا، خود خالقِ دو جہاں نے اپنے برگزیدہ اور بلند مرتبت فرشتے کی وساطت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچائی اور آپ نے بلا تامل اس کی تصدیق آمین کہہ کر فرمائی۔ درحقیقت یہ بد دعا نہیں بلکہ عذاب الٰہی کا ایسا پیغام ہے، جس پر سرکار رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہہ کر مہر تصدیق ثبت فرما دی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ایسے لوگوں کی شفاعت فرمانے کے ذمّہ دار نہیں ہیں۔ جو لوگ دل کی گہرائیوں سے اسلام کی سچائی اور حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں رمضان المبارک کے سلسلہ میں صرف یہ ایک حدیث پاک انھیں لرزہ براندام کر دینے کے لیے کافی ہے، کیونکہ اس سے رمضان المبارک کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

رمضان المبارک تاریخی پس منظر

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے "تم پر روزہ ایسے ہی فرض ہوتا ہے جس طرح کہ پہلی اُمتوں پر فرض تھا۔ (البقرہ)"

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام الہامی مذاہب میں روزہ کو ہمیشہ فرض کی حیثیت حاصل رہی ہے اور اسی شدّت سے ان سے بھی روزے کی پابندی کرائی جاتی رہی ہے جس طرح اسلام میں اس کے لیے احکام صادر ہوئے ہیں۔ اگرچہ گردشِ لیل و نہار کے ساتھ نہ صرف ان مذاہب کی اصل تعلیمات کو مسخ کر دیا گیا۔

کتبِ مقدسہ کو حذف و اضافہ اور ترامیم کے ذریعہ کچھ سے کچھ بنا دیا گیا۔ اس صورتِ حال سے ان مذاہب کا ایک بنیادی رُکن روزہ بھی متاثر ہوا اور آہستہ آہستہ یہ مذہب کے اجتماعی نظام سے خارج ہو کر رہ گیا۔ اس کے باوجود یہودیوں میں فرعون کے غرق ہونے پر اظہارِ تشکر کے طور پر عاشورہ کا روزہ اور عیسائیوں میں مائدہ آسمانی کے نزول کے دن کا روزہ اب تک موجود ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ نصاریٰ پر بھی ماہِ رمضان کے روزے فرض تھے۔ لیکن بعد میں گرمی اور سردی کی شدت کے ایام میں ان پر روزے رکھنا شاق گزرا تو انھوں نے اپنے روزے فصل



ربیع میں مقرر کر لیے اور اس خود کردہ تبدیلی کا کفارہ ادا کرنے کے لیے تیس کی جگہ چالیس روزے کر دیئے، خدا کے حکم کو اپنی خواہشات کے سانچے میں ڈھالنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب عیسائیوں میں روزے کا تصور تک ختم ہو چکا ہے۔ اور صرف مائدہ آسمانی کے نزول کا رسمی روزہ رہ گیا ہے۔ مذاہب عالم میں روزے کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود الہامی مذاہب کا سلسلہ ہے۔ غنیۃ الطالبین کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام بھی ایامِ بیض کے روزے رکھتے رہے ہیں۔ اسی طرح دوسرے پیغمبرانِ عظام بھی اس کی پابندی کرتے رہے ہیں، جیسا کہ قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے کہ دنیا کی بعض مشرک اقوام میں بھی روزے کا تصور کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔ جیسا کہ ہندوؤں میں اب تک مختلف مواقع پر برت رکھنے کا رواج ہے جسے وہ مذہبی حیثیت دیتے ہیں۔ مذاہبِ عالم کے تقابلی مطالعہ کے طالب علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمام الہامی مذاہب میں روزہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور جہاں بھی یہ بنیاد منہدم ہوئی ہے وہاں مذہب کی پوری عمارت پیوندِ زمین ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر تزکیۂ نفس اور روحانی مراحل طے کرنے کا مقصد کسی صورت پورا نہیں ہو سکتا اور انسان قربِ الٰہی حاصل کرنے میں کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ عظام اور تمام اکابر اولیائے کرام کی زندگیوں میں روزے کو ہمیشہ بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور ان کی بیشتر تعداد رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ بھی اکثر روزے رکھتی رہی ہیں۔ حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب کشف المحجوب میں حضرت ابوطلحہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل فرمائی ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو روزے سے تھے، اور جس دن دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت بھی روزے سے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اکابرین کا یہ معمول رہا کہ وہ سال کا بیشتر حصہ روزے رکھتے تھے۔

رمضان المبارک اور الہامی کُتب

یہ ایک عجیب اتفاق ہے یا مشیتِ ربانی ہے کہ خالقِ کائنات نے رمضان کی فضیلت کو واضح کرنے اور اس کی دینی اہمیت کو مسلّم کرنے کے لیے کم و بیش تمام الہامی کُتب رمضان المبارک کے مہینے میں نازل فرمائیں۔ گویا مذاہب عالم میں کتب مقدسہ کے نزول کے لیے یہ مبارک مہینہ ہمیشہ مخصوص رہا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے "رمضان کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور حق و باطل میں امتیاز کے لیے اس میں روشن دلائل ہیں" (البقرہ)

اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہے

کہ دنیا کی آخری الہامی کتاب قرآنِ حکیم رمضان المبارک میں نازل ہوئی ۔ اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیلِ مقدس ۱۲ یا ۱۴ رمضان کو نازل ہوئی ۔ حضرت موسیٰؑ پر توریت ۶، رمضان المبارک کو نازل ہوئی حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور ۱۲ یا ۱۸ رمضان المبارک نازل ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحائف یکم یا تین رمضان المبارک کو نازل ہوئے ۔ ان تمام مشہور اور معلوم الہامی کتب کے نزول کی تاریخوں میں اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام مذاہب کی کتب مقدسہ اسی رمضان المبارک کے مہینے میں نازل ہوئیں ۔ گویا اس پاک اور مبارک مہینے کو جو تمام مہینوں کا سردار ہے، ہمیشہ کلام الٰہی کے نزول سے ایک خاص مناسبت رہنی چاہیئے ۔ اگر غور کیا جائے تو روزوں کی تمام تر اہمیت اور فضیلت کا راز اس حقیقت میں مضمر ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی واضح ہو جاتا ہے کہ رمضان المبارک میرا مہینہ ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا ۔

روزے کا فلسفہ

دنیا کے تمام الہامی مذاہب اور خدا تک پہنچنے کے تمام وجدانی اور عقلی سلسلے اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی زندگی میں بھوک اور شہوت کو زبردست اہمیت حاصل ہے بھوک جنسی ہو یا جسمانی اس سے انسان کے حواس خمسہ پوری طرح متاثر ہوتے ہیں جو انسانی عقل و فکر اور ادراک کی بنیاد ہے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیائے انسانی کی تمام ہماہمی اور ہنگامہ خیزی میں یہ دونوں عوامل اپنی پوری ہمہ گیری کے ساتھ ہمیشہ کارفرما رہتے ہیں اور ہر دور میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو پوری طرح متاثر کرتے رہتے ہیں ۔ یہ بنیادی عوامل اگر اپنی فطری حدود سے تجاوز کر جائیں اور غیر متوازن ہو جائیں تو انسانی دنیا میں بداعمالیوں، گناہوں، بدکاریوں ظلم و ستم، قتل و خونریزی، تباہی و بربادی اور استحصال و غارت گری کا ایک ہولناک سیلاب امڈ آتا ہے جس سے انسانیت کی بنیادیں تک متزلزل ہو جاتی ہیں ۔ تمام اوصافِ حمیدہ اور زندگی کی اعلیٰ اقدار اسی سیلاب میں تنکوں کی طرح بہہ جاتی ہیں ۔ یہ دونوں طاقتور عوامل دنیا بھر کی بدیوں اور برائیوں کا سرچشمہ بن جاتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام الہامی مذاہب اور بے دین مصلحین نے بھی یہ امکانی کوشش کی ہے کہ یہ دریا اپنے کناروں کے اندر بہتا رہے اگر یہ اپنے فطری کناروں کی حدود سے بے نیاز ہوا تو انسانیت کے لیے طوفانِ ہلاکت بن جائے گا ۔ بعض روحانی پیشواؤں نے ان عوامل کی ہلاکت خیزی کو دیکھتے ہوئے ان دونوں کی سرے سے نفی کر دی اور یہ کلیہ قائم کر دیا کہ انسان اس وقت تک نہ اچھے اور پسندیدہ اوصاف کا حامل ہو سکتا ہے اور نہ خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے ۔ جب تک وہ ان دونوں عوامل کو اپنی زندگی سے خارج نہ کر دے ، اسی تصور کے باطن سے رہبانیت اور ترکِ دنیا کے مختلف مذاہب نے جنم لیا ۔ حالانکہ یہ اپروچ بھی اسی طرح غیر فطری اور غیر انسانی ہے جس طرح ان دونوں عوامل کا عدم توازن ہے ۔ اسی لیے دنیا کے کسی بھی سچے اور الہامی مذہب نے انسان کے ان فطری تقاضوں کا انکار نہیں کیا بلکہ انہیں ان کی فطری حدود میں رکھنے کی تعلیم دی ہے ۔ اور اس کے لیے احکام دیتے ہیں ۔ روزے کا بنیادی مقصد یہ رہا ہے کہ کم از کم سال میں ایک مہینہ انسان اپنی تمام خواہشاتِ نفس (جو زیادہ تر ان ہی دو عوامل کی شاخیں ہیں) کو قابو میں رکھنے کے لیے جنسی اور جسمانی بھوک کو اس انداز میں قابو رکھنے کی مشق کر سکے کہ اس کی صحت و تندرستی کا معیار بھی نہ صرف قائم رہے بلکہ زیادہ بہتر ہو جائے ۔ اور اس کی روحانی قوت بھی نشوونما حاصل کر سکے تاکہ وہ سال کے باقی مہینوں میں اپنی روحانی ترقی کے معیار کو قائم رکھتے ہوئے وظائفِ حیات سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکے ۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ صرف بھوک اور پیاس برداشت کرنے کا نام ہے وہ روزے کے مفہوم تک نا آشنا ہیں ، کیونکہ روزے کا مقصد تو یہ ہے کہ انسان میں اخلاق حسنہ اور اوصافِ حمیدہ پیدا ہوں ، خواہشاتِ نفس جو فسق و فجور کی بنیاد ہے پر قابو پانے کا ملکہ

حاصل ہو ، انسان میں تقویٰ پیدا ہو ، جو مسلمان کی سیرت و کردار کی بنیاد ہے اور وہ انسانی زندگی میں ایسا رویّہ اختیار کر سکے جو احساس بندگی اور ذمّہ داری سے عبارت ہو ۔ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ نے فرمایا ہے ، کہ روزہ درحقیقت نفس کو روکنے کا نام ہے اور طریقت کے جملہ اسرار و رموز اسی میں مضمر ہیں ۔ جیسا کہ ایک حدیث پاک ہے کہ جب تو روزہ رکھے تو تیری آنکھ ، کان ، زبان اور تمام ارکانِ خمسہ کا روزہ ہونا چاہیئے ۔ اسی لیے یہ ارشاد ہوا ہے کہ جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے ۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بہتیرے روزہ دار ایسے ہیں جن کے روزے کا ماحصل صرف بھوک پیاس ہوتی ہے ۔ اور بہتیرے شب بیدار ایسے ہیں جن کی شب بیداری کا حاصل صرف رت جگا ہوتا ہے ۔ حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک کہ کوئی اس میں شگاف نہ پیدا کر دے ۔ دریافت کیا گیا کہ اس میں شگاف کیسے پڑتا ہے ؟ فرمایا جھوٹ اور غیبت سے ۔ حقیقت میں روزہ مومن مسلمانوں کے لیے ایک ریفریشر کورس ہے جو انہیں سچے مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کے لیے تیار کرتا رہتا ہے ۔ اسی لیے اس کو فرض قرار دیا گیا ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اسلام کی بنیاد تین چیزوں پر ہے ۔ کلمہ شہادت ، نماز اور روزہ ۔ جو ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے ۔

رمضان المبارک کی فضیلت

اصمعیؒ رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوعمروؒ سے منقول ہے کہ رمضان کے مہینے میں حرارت آفتاب سے پتھر گرم ہوتے ہیں (اور اس کے لغوی معنی جلانے کے ہیں) یہ نام اس کا اسی سبب سے ہوا کہ رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے ۔ غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ رمضان کا مادہ رمض ہے ۔ اور یہ ایک بارش کا نام بھی ہے جو کہ موسم خریف میں برستی ہے ۔ اس کا نام اسی سبب سے ہوا کہ جسموں کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور غسل دیتا ہے ۔

اسلام میں ماہِ رمضان کے روزوں کا حکم جنگ بدر سے ایک ماہ پہلے نازل ہوا اور اسے بنیادی ارکانِ اسلام کا درجہ حاصل ہوا ۔ روزے کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ایک مومن کے ایمانِ کامل کا مظہرِ جمیل ہے ۔ جو مسلمان تمام شرعی لوازمات کے مطابق روزہ رکھتا ہے وہ درحقیقت اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ وہ اللہ کو عالم الغیب اور دیگر تمام صفات کے ساتھ مانتا ہے ۔ اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، اس کی پاک کتاب ، یوم حساب اور اس کے فرشتوں اور تمام

ختمِ قرآن کی تقاریب

جن میں حضرت مولانا عبیداللہ انور شریک ہونگے ۔

۲۳ ویں شب :- (الف) مسجد پتھروالی بازار سید مٹھا ۔ جہاں مدیرِ خدام الدین قرآن سنا رہے ہیں ۔ (ب) نورانی مسجد قلعہ لچھمن سنگھ

۲۵ ویں شب :- کرشن نگر مسجد ڈی ۔ اے ۔ وی ہاسٹل ۲/۷ اسمیں مدیرِ خدام الدین بھی شریک ہوں گے ۔

۲۶ ویں شب :- حبیب گنج مسجد پٹولیاں ۔

۲۷ ویں شب :- جامع مسجد شیرانوالہ ، جہاں ختم قرآن کے علاوہ دورۂ تفسیر کی اختتامی تقریب ہوگی اور طلباء میں سندات تقسیم کی جائیں گی ۔

۲۸ ویں شب :- (الف) مسجد بخاری اندرون لوہاری ۔ (ب) مسجد پائیلٹ ہائی سکول وحدت کالونی ۔

۲۹ ویں شب :- ٹمبر مارکیٹ ۔

ناظم خدام الدین لاہور

انبیاء کرام کو ماننا ہے۔ یہی پختہ ایمان اسے بھوک پیاس برداشت کرنے اور اپنے تمام حواس خمسہ کو قابو میں رکھنے پر آمادہ کرتا ہے۔ بقول حضرۃ علی ہجویری رح روزہ وہ باطنی عبادت ہے جس کا ظاہر سے کوئی تعلق نہیں اور غیر کا اس میں کوئی حصّہ نہیں۔ اور اس کی جزا بے حد و حساب ہے۔ کہا گیا ہے کہ بہشت میں داخلہ رحمت الٰہی سے ہو گا اور وہاں درجہ عبادت کے مطابق ملے گا۔ لیکن بہشت میں ہمیشہ کا قیام اس جزا کے طور پر نصیب ہو گا جو روزے کے عوض میں عطا ہو گی۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ تمام عبادات کا دروازہ روزہ ہے۔ اور سیدّ الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا روزہ آدھی طریقت ہے۔

روزہ احادیث کی روشنی میں

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا۔ جو شخص اس مہینے میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے کہ جیسا غیر رمضان میں فرض ادا کیا۔ اور جو شخص اس مہینے میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے کہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصّہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصّہ مغفرت ہے۔ اور آخری حصّہ آگ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام کے بوجھ کو ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا رنگ بدل جاتا تھا۔ اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور آپ سب سے زیادہ سخاوت اس وقت کرتے جب رمضان میں جبرائیل سے ملتے اور ان کے ساتھ مل کر قرآن کریم کا دور کرتے۔ اس وقت سخاوت کرنے میں تیز و تند آندھی سے بھی سبقت لے جاتے۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ابن آدم کی ہر نیکی دس گنا بڑھا دی جاتی ہے اور سات سو گنا تک اضافہ جاری رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ یہ خالص میرے لیے ہوتا ہے۔ اور میں ہی اس کا صلہ دیتا ہوں۔ کیونکہ روزہ دار اپنی خواہشات کو ترک کرتا ہے، کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور ایک سے اس وقت بہرہ مند ہو گا جب اپنے رب کے حضور پیش ہو گا اور اس کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، ہر شے کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ اور روزہ نصف صبر ہے۔ اس ارشادِ عالی کی حقیقت سے اطباء خوب واقف ہیں کہ صحت و تندرستی کو بحال رکھنے اور بہتر بنانے میں روزہ کس طرح ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ان کے لیے دریاؤں کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں اور روزہ افطار ہونے تک کرتی رہتی ہیں۔ جنّت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے۔ اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو

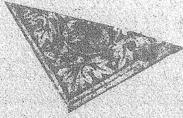
کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔

قبولیتِ دعا کا مہینہ

حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا جو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی خاص رحمت نازل فرماتے ہیں، دعا کو قبول کرتے ہیں۔ تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں۔ اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک کے ہر شب و روز میں اللہ کے ہاں جہنم کے قیدی چھوٹے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیے ہر شب و روز میں ایک دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ مروی ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنیوالا بخشا ہوا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت دوسرے عادل بادشاہ کی اور تیسرے مظلوم کی، جس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کرونگا۔

بہار کا مہینہ

آخری بات یہ ہے کہ روزہ ایک ایسا مؤثر وسیلہ ہے جس کی بدولت بندہ اپنی تمام جسمانی آلائشوں اور خواہشاتِ نفس کے بے پناہ ہجوم سے کنارہ کش ہو کر اپنے خالق و مالک اور معبودِ حقیقی کا قرب حاصل کرتا ہے اور اپنے مکمل ایمان کا عملی اظہار کرتا ہے کیونکہ حواسِ خمسہ کا رنگین حجاب اٹھ جانے کے بعد بھوک اور پیاس کی شدت کے ساتھ اس کی روحانی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں جس کی بدولت عبد اور معبود کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس طرح دنیوی زندگی کی تکمیل کے کچھ تقاضے ہیں اسی طرح روحانی زندگی کی نشوونما اور تکمیل کے لیے روزہ سب سے بڑا تقاضا ہے۔ جسے کسی صورت فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مومن کے لیے رمضان المبارک کا مہینہ ایک عظیم ترین نعمت ہے جسے حاصل کرنے کے بعد وہ عید کے روز سجدۂ شکر ادا کرتا ہے۔ رمضان گلستانِ ایمان میں بہار کا مہینہ ہے جس میں قلوب کو نئی زندگی، روح کو نئی سج دھج اور ایمان کو نیا حسن و جمال عطا ہوتا ہے۔ یہ غفلت شعاروں اور گناہگاروں کے لیے ایسا عظیم عطیہ ہے جس میں خالقِ دو جہان کی بندوں سے محبت اور شانِ کریمی کا ایک بحرِ ناپیدا کنار موجزن ہے۔ یقیناً بدنصیب ہے وہ جو اللہ کی اس رحمت سے بھی محروم رہے اور گناہوں کا بوجھ ناکام و نامراد قبر کی تاریکیوں میں چلا جائے۔



کہو حمد کیساتھ قرآن حافظ

پروفیسر محمد ایوب قادری

پاکستان کے معروف اہل قلم اور مصنّف جناب پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب نے اپنے بھتیجوں (ابناء جناب ابو معاویہ صاحب) کے ختم قرآن کی تقریب پر چند اشعار کہے جو ہم اس نقطۂ نظر سے شائع کر رہے ہیں کہ عام لوگوں میں قرآن کریم کی تعلیم کا ذوق پیدا ہو سکے اور یہ امّت اپنے مرکز کی طرف واپس آ سکے۔ (ادارہ)

بہاروں کی آمد مسرّت کے نغمے — عجب آج موسم عجب آج جلوے
یہ فیروز بختی یہ نعمت خدا کی — کہ قرآن کی اس نے دولت عطا کی
بڑا مرتبہ حفظِ قرآن کا ہے — یہ واضح نشاں اہلِ عرفان کا ہے
یہ نورانی حقّانی خادم قرآں کے — ہیں شاگردِ ارشد منیر الزّماں کے
ہے نورانی ان کی نظر ناظرہ سے — ہے حقّانی ان کی صدا حافظہ سے
مغیرہ و طلحہ محمّد حذیفہ — سبھی کو خدا بخشے اچھا نصیبہ
خدا ان کو عالم و فاضل بنائے — ہمیشہ صحابہؓ کی راہ پر چلائے
بزرگوں کے سایہ میں آگے بڑھیں یہ — سدا خوش رہیں اور پھولیں پھلیں یہ
تھی ایوبؔ کو فکر تاریخ لکھوں — کہ فی الفور غیبی ندا مل گئی یوں

خدا ان کا مالک وہ ہی ہے حافظ
کہو حمد کے ساتھ قرآن حافظ
۵۲ + ۱۳۴۰ = ۱۳۹۲ھ

داخلہ علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور

نصاب و اساتذہ

فارغ التحصیل درس نظامی و دینی فاضلین یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم و تربیت اور تفسیر، حدیث، فقہ و دیگر اسلامی علوم و فنون میں تخصص کے لیے علماء اکیڈمی اوقاف نے جید علماء اور ماہرین تعلیم کی مدد سے جدید و قدیم علوم کے حسین امتزاج سے ایک جامع دو سالہ نصاب تعلیم مرتب کیا ہے جس کی تعلیم و تدریس کے لیے بین الاقوامی شہرت کے حامل علماء و ماہرین علوم و فنون کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

فاضلین درس نظامی، یونیورسٹیوں کے عربی و اسلامی فنون میں بی۔اے، ایم۔اے و دیگر فاضلین علوم عربیہ و اسلامیہ سے داخلہ کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں۔

روشن مستقبل

دو سالہ نصاب تعلیم کے کامیاب فاضلین کو:-

۱۔ الشہادۃ النہائیہ فی علوم العربیہ والاسلامیہ عطا کی جائے گی۔

۲۔ محکمہ اوقاف کی مساجد اور مدارس میں ملازمت کی ضمانت دی جائے گی۔

۳۔ افواج پاکستان میں خطباء و معلمین اسلام اور سربراہ امور دینیہ کے اعلیٰ فوجی عہدوں نیز محکمہ تعلیم میں مدرسین دینیات کی تعیناتی کے لیے سفارش کی جائے گی۔

۴۔ سرکاری، نیم سرکاری اور دیگر مساجد میں تقرری کی کوشش کی جائے گی۔

۵۔ موزوں اور باصلاحیت فاضلین کو عام سرکاری، نیم سرکاری دفاتر میں ملازمت کے مواقع بھی مل سکیں گے۔

۶۔ فقہ و قانون کے ماہرین عدلیہ و مقننہ کی ملازمت کے لیے صلاحیت پیدا کر سکیں گے۔

۷۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر مبلغین اسلام کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کیا جائے گا۔

۸۔ علوم عربیہ و اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ملک خصوصاً بلاد عربیہ بھجوانے کی کوشش کی جائے گی۔

سہولتیں

۱۔ رہائشی طلباء کو تین صد روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے گا۔

۲۔ رہائش، بجلی، پانی، تعلیم و تربیت کی تمام سہولتیں مفت فراہم کی جائیں گی۔

۳۔ مطالعہ و تحقیق کے لیے ایک عظیم الشان اسلامی کتب خانے کی سہولت حاصل ہوگی۔

انتخاب

امیدوار درخواستوں کے ہمراہ تعلیمی اسناد کی مصدقہ نقول منسلک کریں اور اپنا پتہ مفصل اور مکمل تحریر کریں۔ انتخاب کے لیے تحریری امتحان اور انتخابی بورڈ سے ملاقات کی تاریخ، وقت اور مقام سے مطلع کیا جائے گا۔

درخواستیں ۳۱-۸-۱۹۷۸ تک مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کی جائیں۔

نوٹ: پاکستان کے ہر صوبے اور ہر مسلک کے امیدوار درخواستیں دے سکتے ہیں۔

(محمد یوسف گورایہ)

ڈائریکٹر علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان بادشاہی مسجد لاہور

۷۱۴۶

منظور شدہ محکمہ تعلیم [illegible]